نمازکی گہرائیاں

مؤلف

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... نماز کی گہرائیاں

مؤلف .... ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

اردو تصحیح .... مجاہد حسین حرؔ

پروف ریڈنگ .... خانم آر چوہدری

کمپوزنگ .... قائم گرافکس۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

ناشر .... معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ....

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

03214971214،04237361214

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

03335234311

عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام ورحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصروفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمد للہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خداوند قدوس کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاءاللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

”نماز کی گہرائیاں“ ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں نماز، حقیقت نماز اور فلسفۂ کو بیان کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

فہرست کتاب

مقدمہ 9
نماز؛ بندے اور خدا کے درمیان رابطہ 19
انسان کے کمال کا راستہ 21
یاد خدا 24
نماز انسان کو بیدار کرتی ہے 26
نماز تمام کمالات الٰہی کا مجموعہ ہے 28
اصول وقوانین کی تکرار ذہنوں میں ان کی پختگی کا سبب ہوتی ہے 29
نماز مکتب اسلام کے اصولوں کا خلاصہ 31
نماز تاریکی وظلمت میں نور الٰہی ہے 32
نماز کو قائم کرنا پڑھنے سے زیادہ اہمیت کا حامل 35
نیکی کے خلاف شیطان کی جنگ جاری ہے 37
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نماز 39
ابتدائی نماز 40
سورۂ حمد 42
سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں 43
خدا عالمین کا پالنے والا اور انہیں کمال تک پہنچانے والا ہے 44

رحمت عام اور رحمت خاص 46

خدا پرست اور مادہ پرست 48

خدا عالم و عادل ہے 49

غیر خدا کی بندگی سے انکار 50

باطل نظریہ 52

جھوٹے خدا ہماری کیونکر امداد کر سکتے ہیں؟ 55

ہدایت انسان کی سب سے بڑی حاجت 56

ہدایت کا حصول نجات کی علامت ہے 56

حقیقی نعمت 58

صاحبان نعمت کون ہیں؟ 58

خدا کا غضب کن پر نازل ہوا؟ 59

تاریخ کی واضح حقیقت 60

گمراہوں اور بے وقوفوں کا راستہ 61

قرآن کا ابتدائیہ سورۂ حمد 62

سورۂ توحید 64

خدا کے واحد ہونے کی دلیل 65

خدا کسی کا محتاج نہیں 66

ہمارے اور خدا کے درمیان بندگی اور ربوبیت کا رشتہ ہے 66

اس کا وجود کسی سے نہیں ہے 68

کائنات کا کوئی وجود اس کی برابری کی اہلیت نہیں رکھتا 68

غیر خدا کون؟ 69
خدا کی وحدانیت کا روشن مینارہ......سورۂ توحید 69
خدا کی منع کردہ حدود سے تجاوز مت کرو 70
تسبیحات اربعہ 73
الفاظ نماز کا پڑھنا خدائی صفات کی طرف توجہ دلاتا ہے 74
عقیدۂ توحید انسان کو اسکی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ 75
غلط مشاہدہ 76
خدا کی تعریف تمام نیکیوں اور اچھائیوں کی تعریف 77
خدا کی ذات؛ تمام اچھائیوں، خوبیوں اور کمالات کا بحر بیکراں 78
خدا کی ہی تعریف کرنے سے انسان راہ کمال کو اختیار کرے گا 79
انسان کی جہالت 79
خدا مالک ہے نا کہ یہ مجبور و کمزور لوگ 80
نام نہاد بڑی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کی آرزو 82
خدا کی بندگی سے کیا مراد؟ 82
اسلام کے علاوہ تمام نظاموں کی بنیاد غلط افکار و نظریات پر ہے 83
عوام الناس کی بہتری صرف اسلام ہی کے ذریعے ممکن ہے 83
خدائی نظام سے وابستگی نجات اور کامیابی کی علامت ہے 85
انسان کامل کا ایمان 85
رکوع 87
سجدہ 88

تشہد 90
تشہد خدا کے علاوہ تمام طاقتوں کی نفی ہے 91
درود 96
کامل نمونوں کا ہونا ضروری ہے 96
نمازی کی خواہش 97
سلام 99
خدا کے رسول کا اعلان حق 99
دنیا کی ظاہری چمک اور اس کی حقیقت 101
خدا کے نیک بندے......امید کی کرن 102
خدا کی سنت......نیک لوگوں کا وجود 103
نیک کون ہے؟ 104
نماز اور اس کا قیام 105
تسبیح زہرا سلام اللہ علیہا 106

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ خُلَفَآءِ اللّٰہِ.

(ا) خداوند عظیم کی صفات .... مخلوق کی تربیت کرنا ہے۔ اس نے ہم انسانوں کی تربیت اور کمالات تک پہنچانے کے لئے جو انسانیت کا عروج ہیں۔ کچھ عبادات مقرر کی ہیں اور کچھ اخلاقی اچھائیوں کو ہمارے لئے معین فرمایا ہے۔ خدا کی غرض یہی ہے کہ انسان ان عبادات پر عمل کرے اور ان اخلاقی فرائض کو اپنے میں پیدا کرے اور ان دونوں کے ذریعے سے انسان اس کمال تک پہنچے جو اس کی معراج ہے۔ یہ معراج اس لحاظ سے ہے کہ انسان ان روحانی لذتوں اور باطنی کمالات کو حاصل کرے جس سے وہ دنیا میں بھی ظاہری اور باطنی اعتبار سے خوشی محسوس کرے گا اور آخرت میں بھی وہاں کے عظیم باطنی کمالات کو حاصل کرے گا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ انسان غیر اخلاقی اور گھٹیا حرکات میں مصروف ہے اور اس کا کردار پست لوگوں جیسا ہے جو اس کی (انسانیت) کی شان سے بالکل میل نہیں کھاتا۔ ایسی حالت میں اس کی باطنی قوتیں اور روحانی کمالات کی صلاحیتیں دبی رہ جائیں گی اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی اور جب تک انسان خود میں روحانی اور باطنی عظمتوں کو پیدا نہ کرے اور نا ہی خود اپنی صلاحیتوں کو عملی کر سکے تو اس وقت تک اس کے باطن کی کیفیت ایسی نہیں ہوگی کہ وہ روحانی لذات کا احساس اور باطنی کیفیات کا ادراک کر سکے۔

ایسے آدمی کی مثال اس دیہاتی کی سی ہے جو بالکل جاہل اور ان پڑھ ہو اور ہم اسے

ایسی لائبریری میں لے جائیں جس میں علم وفکر کے خزانے بھرے ہوں لیکن اسے علمی خزانوں کی اہمیت ذرہ برابر بھی نہ ہو سکے گی یا اسے ایک فلسفی کے پاس بٹھا دیا جائے جس کی محفل علم ودانش سے پر ہو اور وہ فلسفی گہرے مطالب کو با آسانی سمجھا دیتا ہو لیکن یہ جاہل دیہاتی نہ اس کتب خانہ سے کوئی فائدہ اٹھا سکے گا اور نا ہی اس فلسفی کی نشست سے کوئی علمی لذت حاصل کر سکے گا۔

(۲) یہ حقیقت واضح ہونی چاہئے کہ دنیا کو خلق کر کے خدا نے نا کسی اپنی خواہش کی تکمیل چاہی ہے اور نا ہی اپنا کوئی مقصد پورا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ خدا غنی ہے، وہ کسی چیز اور کسی کام کے لئے محتاج نہیں ہے اور نا ہی کوئی ایسا مقصد ہے کہ جس کا کوئی فائدہ یا نفع ذات مقدس الٰہی کو پہنچے گا۔ اس قسم کا کوئی ایمان عقلاً، ممکن نہیں۔ پھر بھی یہ بات اپنی جگہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ اس نے تمام کائنات کو بے مقصد خلق نہیں کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کائنات جو زندگی کے ہنگاموں سے بھری ہوئی ہے اور یہ آسمان بے مقصد وعبث ہے۔ کیونکہ خداوند عظیم نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾.[۱]

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر خلق نہیں کیا ہے۔

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾[۲]

ہم نے ان دونوں کو حق کے ساتھ خلق کیا ہے لیکن لوگوں میں سے اکثریت کو اس کا علم نہیں۔

کائنات کی تخلیق سے خدا کی جو بھی غرض ہو لیکن یہ بات بالکل یقینی ہے کہ خدا کی تمام

---

[۱] سورۂ دخان ۳۸

[۲] سورۂ دخان ۳۹

مخلوقات میں انسان کی حیثیت سب سے اعلیٰ ہے اور اسے پیدا کرنے کی غرض بھی سب سے زیادہ اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ بازارِ ہستی میں صرف انسان ہی ہے جو اس اعلیٰ و ارفع مقام تک پہنچنے کی طاقت ولیاقت رکھتا ہے اور اس عظمت کو برداشت کرسکتا ہے۔ انسان کے علاوہ اس درجہ اعلیٰ تک پہنچنے کی طاقت نہ تو بلند و بالا پہاڑوں کو ہے جو اپنے سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں اور نا ہی اس درجہ تک پہنچنے کی قوت وقدرت اس نیلگوں آسمان کو ہے جس کی عظمت کو ستاروں اور کہکشاؤں کے بے حد وحساب نظام چار چاند لگا رہے ہیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ط [۱]

ہم نے امانت کو پیش کیا آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر۔ لیکن انہوں نے انکار کیا کہ وہ اس امانت کو نہیں اٹھائیں گے اور وہ اس سے ڈرے اور انسان نے اس امانت کو اٹھالیا۔

آسمان بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

ترجمہ:

آسمان بار امانت کو نہ اٹھا سکا
قرعہ ہم دیوانے انسانوں کے نام آگیا

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ. [۲]

اور ہم نے تمہیں (خاص) اپنے نفس کے لئے بنایا ہے۔

[۱] سورۂ احزاب: ۷۲
[۲] سورۂ طٰہٰ: ۴۱

اس آیہ مبارکہ میں کہ خدا کا ارشاد اس مقصد کے راز سے تھوڑا پردہ ہٹا کر اس حقیقت کو ظاہر کررہا ہے کہ انسان کی غرض خلقت کیا ہے وہ لوگ جو زندہ دل ہیں، پروانے کی مانند شمع کے شعلہ سے جو شعلہ الٰہی سے جل کر خود کو اس کے سامنے فنا کر دیتے ہیں۔

(۳) انسانیت کا یہ اعلیٰ کمال کیونکر حاصل کیا جائے، اس سلسلے میں بہت سے نظریے اور پروگرام پیش کئے گئے۔ ان نظریوں اور پروگراموں کو پیش کرنے والے لوگ اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم بشریت کو کمال تک پہنچانے والے ہیں۔ ان میں انبیاء بھی تھے اور غیر انبیاء بھی۔ ان کے دعوؤں کے سلسلے میں ہماری غرض یہ نہیں ہے کہ کوئی تفصیلی گفتگو یہاں کریں۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے گہری فکر کی، ہر پہلو پر غور کیا اور دیکھا کہ وہ نظام جس کے پیش کرنے والے انبیاء کے علاوہ دوسرے طبقے کے لوگ تھے، اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان کا ایک جملے میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے کہ ان پروگراموں اور نظاموں میں سے کوئی ایک بھی ان دوخرابیوں سے خالی نہ تھا۔

بعض خوبیوں کی طرف ضرورت سے زیادہ توجہ دلائی گئی تھی اور بعض خوبیوں کی طرف توجہ دلانے میں کوتاہی کی گئی تھی۔ اس لحاظ سے ان کا نظریہ اور نظام اس قابل نہ تھا کہ جو انسان کے کامل بننے کی بھوک کو مٹا سکے۔ ہر انسان میں یہ بھوک موجود ہے اور تمام انسان بغیر اس بھوک کو سیر کیے دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

اسی اثناء میں ہم نے دیکھا کہ خدا کا پیغام لانے والے اور اس کی طرف سے رہبری کا عہدہ لے کر آنے والے انبیاء نے (ہمیں) یہ بتایا کہ انسان کی روح و باطن کا کمال صرف اس چیز میں ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے اور اس کی بندگی میں مصروف رہے چنانچہ اس سلسلے میں ہم شیعوں کے پیشوا کے بیان کو نقل کررہے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

بندگی وہ جوہر ہے............جس کے اندر چھپا ہوا راز تربیت ہے۔

عبادت کرنے سے ہمارے باطنی کمالات خود بخود تربیت پانے لگتے ہیں۔یعنی خدا کی بندگی روح کا چمکتا ہوا موتی ہے اور جو بھی اس چمک کی روشنی میں آگے بڑھے گا وہ بارگاہ الٰہی کی ربوبیت کے حرم میں پہنچ جائے گا یا یوں کہا جائے کہ خدا کے بتائے ہوئے روح کے اس کارخانے تک پہنچ جائے گا جہاں روحوں کو اعلیٰ درجے کو تربیت دے کر انہیں با کمال فرد کی حیثیت سے اس دنیا سے اس دنیا تک جانے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

اے خدا! تیری محبت کی قسم! اگر تو مجھے اپنا بندہ قبول کرلے تو میں دنیا اور سارے جہانوں کی بادشاہت کو ترک کردوں گا۔(فارسی شعر کا ترجمہ)

حدیث صحیح جو شیعہ اور سنی علماء نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"بندہ جن چیزوں سے میری بارگاہ میں قربت حاصل کرتا ہے ان میں سب سے زیادہ جو بات مجھے محبوب ہے وہ ان واجبات کی ادائیگی ہے جو میں نے اس پر فرض کیے ہیں اور یہ بندہ پھر میری قربت کو مزید حاصل کرتا ہے نافلہ ادا کرکے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔پس جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے،اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بات کرتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ قوت کے جوہر دکھاتا ہے۔"

یعنی اس کے کان میں وہی آوازیں پڑتی ہیں جو اس کے لئے مفید ہوتی ہیں اور جسے خدا چاہتا ہے کہ یہ بات اس کے کان میں آئے۔اسی طرح وہ وہی چیزیں دیکھتا ہے جسے خدا چاہتا ہے کہ بندہ اسے دیکھے اور اس کی زبان سے ایسی باتیں نکلتی ہیں کہ وہ خود بھی سمجھتا بلکہ خود اس کی زبان سے ادا کردیتا ہے اور اس کے ہاتھ سے ایسے کام انجام پاتے ہیں کہ جسے وہ محسوس کرتا ہے

کہ اس نے یہ کام انجام نہیں دیئے بلکہ کسی غیبی طاقت نے اس سے یہ کام کرایا ہے۔

بندہ خدا سے بہت زیادہ قربت کی وجہ سے اس منزل پر پہنچ جاتا ہے کہ خداوند عالم اس کا کان، آنکھ، زبان اور ہاتھ ہوجاتا ہے۔

(۴) تمام عبادات میں نماز ایک عظیم فریضہ ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کہ اسلامی باتوں کی تربیت کا عالی ترین مکتب اور درسگاہ......نماز ہے۔

خدا نے عبادت کی اس قسم کو اس لئے ایجاد فرمایا ہے کہ بندہ اس عبادت کے ذریعہ اپنے خدا سے رشتہ جوڑ لیتا اور وہ اپنی بندگی کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرلیتا ہے۔نماز اگر سمجھ کر پڑھی جائے تو اس سے نماز گزار کے دل میں وہ طاقت پیدا ہوجائے گی کہ اس کا دل گناہ کے مقابل اس کی سخت حفاظت کرے گا اور یہ دل مشکلات میں بالکل پریشان نہ ہوگا بلکہ مردانگی کے ساتھ ثابت قدم رہے گا۔قرآن میں ہے کہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ ؕ . [۱]

یقیناً نماز روکتی ہے۔فحش باتوں اور منکرات سے۔

وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ ؕ . [۲]

مدد حاصل کرو؛ صبر اور نماز سے۔

بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ عبادت کیوں بجالائی جائے؟ کیا خدا ہماری عبادات کا محتاج ہے کہ ہم اس کی تکلیف دور کرنے کے لئے اس کی عبادت کریں؟

اس قسم کا سوال کرنے والے اپنے ذہن میں یہ تصور کرتے ہیں کہ خدا کو ہماری عبادت سے کوئی فائدہ یا خوشی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی خوشی یا حاجت کی تکمیل کے لئے ہم سے اپنی

---

[۱] سورۂ عنکبوت: ۴۵

[۲] سورۂ بقرہ: ۴۵

عبادات کراتا ہے جبکہ حقیقت میں یہ فکر کی بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم عبادت اس لئے بجا نہیں لاتے کہ خدا کی کسی پریشانی کو دور کریں۔ ہم اس کی اطاعت کریں یا اس کی نافرمانی کریں اس سے کوئی نفع یا نقصان ذات الٰہی کو نہیں پہنچتا۔ حضرت علی نے ھمام کو خطبہ دیتے وقت شروع میں یہ فرمایا تھا:

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو خلق کیا ہے اور وہ غنی ہے۔ اسے نہ ان کی اطاعت کی کوئی حاجت ہے اور نا ہی مخلوقات کی معصیت سے کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ خدا کو اطاعت کرنے والوں کی اطاعت سے نا کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور نا ہی معصیت کرنے والے کی معصیت سے کوئی نقصان۔

گر جملہ کائنات کافر گردند
بردامن کبریاش ننشیند گرد

اگر تمام کی تمام کائنات کافر ہو جائے تو بھی خدا کی بزرگی کے دامن میں ایک دھبہ بھی نہیں آئے گا۔

ہماری عبادت کا مقصد یہ ہے کہ ہماری روح و جان کی تربیت ہو اور وہ کمال تک پہنچیں یعنی عبادت کی غرض یہ ہے کہ ہم اپنی روحانی قدرتوں کو سمجھیں، انہیں استعمال کریں اور ان سے لذت اٹھائیں اور ان تمام روحانی قدرتوں کا سرچشمہ "خدا کی عبادت و بندگی" ہے۔ ان تمام عبادات کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل کی تاریکی چھٹ جائے اور ہمارے دل کی باطنی کیفیات خدا کی حکمت والی باتوں کو سمجھ کر خدا کی حکمت کے نور سے بھر جائیں اور انسان کا دل اس قابل ہو جائے کہ وہ حق کی باتوں کے جلووں کو سمجھ سکے اور عشق الٰہی کا نور اس کے باطن میں پیدا ہو۔

(۵) بہت سے نماز پڑھنے والے نماز پڑھتے ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ کس وجہ سے نماز پڑھ رہے ہیں؟ انہیں نماز سے کیا فائدہ پہنچے گا؟ انہیں نہیں علم کہ نماز ان کے باطن اور روح

میں کیا عظیم تبدیلیاں پیدا اور انقلاب رونما کر سکتی ہیں۔ ہم اس بات کو زیادہ واضح طور سے یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ خود نہیں سمجھتے کہ وہ نماز کیوں پڑھ رہے ہیں اور وہ عظیم الشان اغراض و مقاصد سے خود غافل ہیں لہٰذا انہیں نماز سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور نا ہی یہ عبادت بزرگ ان کی روحانیت پر کوئی اثر ڈالتی ہے یا اگر بہت معمولی سا بھی اثر ڈالتی ہے تو اس سے کوئی نمایاں فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے بارے میں جو جلدی جلدی نماز پڑھ رہا تھا، ارشاد فرمایا:

"یہ شخص ایسے ٹھونگے مار رہا ہے جیسے کوا ٹھونگے مارتا ہے۔"

جس طرح کوا اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے اسی طرح اس نمازی نے بے سوچے سمجھے اپنی نماز شروع کر دی اور بے سوچے سمجھے اسے ختم کر دیگا۔ البتہ اس نماز پڑھنے والے کو اپنی نماز سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا اور نا ہی نماز اس کے دل کو روشن و نورانی کر سکے گی اور نا ہی اسے انسانیت کی طاقت دے سکے گی اسی وجہ سے ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ خدا کا ارشاد ہے:

نماز............نمازی کو فحش و منکرات سے روکتی ہے۔ [1]

لیکن ہم میں سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد ہے جو سالہا سال سے نماز پڑھ رہی ہے لیکن ہماری روح میں اتنی چھوٹی سی بھی طاقت پیدا نہیں ہوئی کہ ہم خود کو معمولی سے معمولی گناہ سے بھی روک سکیں۔

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ حاصل کر سکتے ہیں کہ حقیقت میں ہم نے بالکل نماز نہیں پڑھی بلکہ جو کچھ ہم بجالاتے ہیں وہ صرف نماز کی ظاہری شکل و صورت ہوتی ہے۔

انسان کی اسی حاجت کو پورا کرنے اور اس کے روحانی نقصانات و آفات کو دور کرنے کے لئے اسلام کے بزرگ علماء نے اس عظیم الشان عبادت کی باطنی خوبیوں کو ظاہر کرنے......

---

[1] سورۂ عنکبوت: ۴۵

باطنی آداب سے آگاہ کرنے اور روحانی اچھائیوں سے پردہ اٹھانے کے لئے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

۱۔اسرارالصلوٰۃ......تالیف شہید ثانی (شہید زین الدین)

۲۔اسرارالصلوٰۃ......ازحکیم وعارف اعلیٰ قاضی سعید قمی

۳۔اسرارالصلوٰۃ......از عارف وزاہد فقیہہ (مجتہد) کامل مرحوم حاج مرزا جواد ملکی تبریزی استادگرانقدر حضرت امام خمینیؒ

۴۔اسرارالصلوٰۃ......از بانی حکومت جمہوری اسلامی ایران حضرت امام خمینیؒ

۵۔آداب الصلوٰۃ......ازفقیہہ کامل عارف ربانی حضرت امام خمینیؒ

۶۔اززرفای نماز (نماز کی گہرائیاں)......زیر مطالعہ کتاب

جس شخص کی بھی یہ خواہش ہو کہ اس عظیم عبادت کے کچھ اسرار وآداب سے آگاہی حاصل کرے اس پرلازم ہے کہ جن کتابوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے،ان کا مطالعہ کرے۔

اپنے مضمون کے اختتام پر ہم حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی کی کتاب "آداب نماز" سے چند جملے تحریر کرکے اپنے مضمون کو نورانی کرنا چاہتے ہیں تا کہ مضمون کے آخر میں مشک وعنبر کی مہر ثبت ہو جائے۔

خداوندا! تیری بارگاہ میں پہنچنے کے لئے ہمارا قدم اس قابل نہیں ہے کہ اس عظیم اوراعلیٰ منزل تک پہنچ سکے۔

خداوندا! ہمارا طلب کرنے والا ہاتھ اس قابل نہیں کہ تیری محبت وانسیت کو چھو سکے۔

خداوندا! ہمارے دل پر شہوت وغفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں، ہمارے دل پر شیطان اور محبت دنیا کے غلیظ حجاب پڑے ہیں اور جن کی وجہ سے ہماری بصیرت قلبی تیری ذات،عظمت اور جلال کی طرف توجہ نہیں کر پاتی۔

آخرت کا راستہ باریک اور انسانیت کا طریقہ حدید (سخت) ہے۔

ہم بے چارے مکڑی کے جالے کی طرح اپنی حقیر فکر کے تانے بانے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ہم وہ حیران لوگ ہیں جنہوں نے ابریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف شہوتوں اور آرزوؤں کا جال بن لیا ہے اور خود اپنے ہی جال میں پھنس گئے ہیں۔

اور ہمیں بالکل پتہ نہیں کہ بارگاہ الٰہی کے غیب کی باتیں کیا ہیں اور اس کی بارگاہ سے عشق و محبت کے کیا مزے ہیں؟

(صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ) صرف یہ کہ تو اپنے جلوے سے ہمارے دل کو روشنی عنایت فرما اور اپنی غیبی چمک سے ہماری خودی کو بے خودی میں بدل دے۔

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِلَهِي هَبْ لِي كَمَالَ الِانْقِطَاعِ إِلَيْكَ وَأَنِرْ أَبْصَارَ قُلُوبِنَا بِضِيَاءِ نَظَرِهَا إِلَيْكَ حَتَّى تَخْرِقَ أَبْصَارُ الْقُلُوبِ حُجُبَ النُّورِ فَتَصِلَ إِلَى مَعْدِنِ الْعَظَمَةِ وَتَصِيرَ أَرْوَاحُنَا مُعَلَّقَةً بِعِزِّ قُدْسِكَ.[1]

"میرے معبود! مجھے مکمل طور سے سب چیزوں سے دل کو توڑ کر صرف تیری محبت والا بنا دے اور ہمارے دل کی آنکھوں کو وہ روشنی دے جس سے تو نظر آئے اور وہ روشنی دے جس سے نور کے پردوں کو ہم چاک کر دیں اور براہ راست تیری عظمت کے خزانے سے متصل ہو جائیں اور ہماری روحیں تیری مقدس عظمت کے درجے سے وابستہ ہو جائیں۔"

---

[1] مناجات شعبانیہ

نماز؛ بندے اور خدا کے درمیان رابطہ

نماز؛ معبود حقیقی کی بارگاہ میں دل کی گہرائیوں کے ساتھ سر جھکانا اور انسان و خدا کے درمیان ربط قائم کرنا ہے اس رابطہ کا تعلق پیدا کرنے والے اور پیدا ہونے والے سے ہے۔نماز تسلی دینے کے ساتھ ساتھ ہمارے پریشان اور تھکے ہوئے خستہ حال دلوں کو آرام وسکون عطا کرتی ہے۔نماز ہمارے باطن کو صاف، آلودگی سے پاک اور نور خدا سے روشن کرتی ہے۔

نماز بندے کا خدا سے عہد و پیمان ہے،نماز خدا کے راستے پر چلنے کے لئے تحریک پید اکرنے والی ہے اور اس حالت کے لئے آمادہ کرتی ہے جو دھوکہ اور فریب سے پاک ہے۔ہم نماز پڑھتے ہیں تا کہ ہر برائی و بدی کو دور کریں اور اس کے ذریعے سے ہر خیر و خوبی اور جمال ملکوتی کو حاصل کریں۔نماز اپنے وجود سے آگاہ ہونے اور اسے حاصل کرنے کا نظام ہے۔مختصر یہ کہ نماز اس ذات سے رابطہ قائم کرنے اور مسلسل فائدہ حاصل کرنے کا نام ہے جو تمام کمالات کا سر چشمہ ہے۔نماز اس ذات سے رشتہ جوڑنا ہے جو تمام خوبیوں اور نیکیوں کا خالق ہے یعنی خدا۔

ہمارے ذہنوں میں اکثر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

☆ نماز کو اہم ترین واجبات میں کیوں شمار کیا جاتا ہے؟

☆ کیا وجہ ہے کہ نماز کو دین کی بنیاد قرار دیا گیا ہے؟

☆ کیا وجہ ہے کہ نماز کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ ارشاد ہوا کہ اگر نماز قبول نہیں ہوئی تو کوئی عمل قبول نہیں ہوگا!

☆ دوسری تمام عبادات کے مقابلے میں آخر نماز میں کیا خاص چیز ہے جس کی وجہ سے وہ تمام عبادات میں سرفہرست ہے؟

☆ اور وہ کیا راز ہیں جن کے پیش نظر اسلام نماز کو بہت اہمیت کے ساتھ بیان کرتا ہے؟

ہم اسلام میں نماز کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر اس کے مختلف پہلوؤں کی طرف توجہ کر سکتے ہیں مختلف کیفیات سے اسکی تحقیق اور مختلف زاویوں سے اس کے حقائق تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ ہم ابتدا ہی میں اس نکتے کی جانب اشارہ کریں گے کہ خلقت انسان کی اصلی غرض اور اس کی زندگی کا حقیقی ہدف کیا ہے؟

انسان کے کمال کا راستہ

قادر مطلق؛ جس کی ذات حکمت والی ہے اگر اعلان کرتی ہے کہ ہم نے انسانوں کو پیدا کر کے وجود جیسی نعمت سے مالا مال کیا ہے تو لازماً اس کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم نے ہماری پیدائش وجود سے ہمارے لئے ایک ہدف ومقصد مقرر کیا ہے اسے ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ ہمیں ایک مقرر کردہ راستے پر چلنا ہے تا کہ ہم اپنی منزل ومقصد تک پہنچ سکیں، وہ راستہ اپنی اہمیت کے سبب باریک ہے اور اس کے وسائل بھی معین شدہ ہیں۔

اس لحاظ سے ہمیں چاہئے کہ ہم اس راستے کی معرفت حاصل کریں جو ہماری منزل تک جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیں کہ وہ مطالب ومقاصد کیا ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے اس راستے پر چلنا ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ اپنے راستے اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچیں کہ جس کا خداوند عالم نے وعدہ فرمایا ہے۔

پس جو شخص اس راستے پر قدم اٹھالے تو اسے چاہئے کہ وہ صرف اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے کوشش کرے لہٰذا جب انسان کو اپنے مقصد تک جانے والی راہ کی اہمیت کا اندازہ ہوگا تو اسے یہ خیال ہوگا کہ اس راستے میں انحرافات اور اس کے عزم وارادے کو کمزور اور متزلزل کرنے والے خیالات کہیں اسے اپنے جال میں پھنسا کر راہ مستقیم سے ہٹا نہ دیں چنانچہ اسے اپنے ہدف و مقصد کو پانے کی جدوجہد کو جاری رکھنے اور کم ہمتی اور حوصلہ شکنی سے اس کی حفاظت کرنے کے لئے رہبر وہادی کے احکامات سے ہدایات حاصل کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ وہ رہبر اول کہ

جس نے انسانوں کو ان کے ہدف ومقصد تک پہنچانے کے لئے راستہ مقرر کیا......یعنی خدا کے پیغمبر کی تعلیمات سے ذرہ برابر منہ نہ موڑے اور وہ ان کے مرتب کردہ اصول وقوانین سے ہرگز انحراف نہ کرے۔

وہ مقصد" جو انسان کا مقام کمال ہے" کتنا ارفع واعلیٰ ہے یہی ہے کہ انسان کو اس دنیا سے واپس خدا کی طرف جانا ہے جس کے لئے نماز کو مقرر کیا گیا ہے انسان کی پیدائش کی اصلی غرض یہی ہے کہ وہ نیک صفات جو انسان میں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوں اور باطن میں پنہاں کمالات جلوہ افروز ہوں تا کہ انسان کی تمام صلاحیتیں اور کمالات عملی ہو جائیں اور وہ نیکی کے راستے پر گامزن ہو کر اپنی ذات، تمام دنیا اور تمام انسانیت کو نیک بنائے۔لیکن لازم ہے کہ انسان اللہ کی معرفت کے ساتھ ساتھ اس راستے کی بھی معرفت حاصل کرے جسے خداوند عالم نے ہم انسانوں کو کمال تک پہنچانے کے لئے مقرر کیا ہے تا کہ اسے پیش نظر رکھتے ہوئے سستی اور کاہلی کئے بغیر اپنے مقصد وہدف تک رسائی کے لئے جدوجہد کرے۔

وہ کام جو انسان کو اس کے مقصد سے نزدیک کرتے ہیں انہیں انجام دینا اور وہ کام جو انحرافات وگمراہی سے پر اور انسان کی منزل کی راہ میں رکاوٹ ہیں انہیں ترک کرنا یہی وہ طریقہ ہے جو انسان کو اس کی زندگی کے معانی سمجھاتا ہے کہ اس مقرر کردہ خدائی راستے پر چلنا ہی اس کی زندگی کا حقیقی فلسفہ ہے۔ چنانچہ اگر ہم نے ان کاموں کو انجام نہیں دیا جو ہمیں ہمارے مقصد و ہدف سے نزدیک کرتے ہیں اور ان افعال سے دوری اختیار نہیں کی جو نقصان دہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہمیں ہمارے مقصد وہدف سے دور کر دیتے ہیں تو حقیقتاً ہماری زندگی بے معنی ہو جائیگی کہ جس کے گزارنے کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

ہم اپنی بات کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ ہماری زندگی ایک کلاس یا کمرہ امتحان کی مانند ہے جہاں ہمیں چاہئے کہ کائنات خلق کرنے والی اور ہمیں زندگی عطا کرنے

والی ذات نے جوقوانین وفارمولے بنائے ہیں ان پرعمل کریں تاکہ اپنی دلی مراد اور نتیجہ اعلیٰ تک پہنچ سکیں۔ہم ان قوانین کو الٰہی سنتیں اور پیدائش کے (فطری) قوانین کہہ سکتے ہیں چنانچہ ہمیں چاہیئے کہ عالم بشریت کو کمال تک پہنچانے والے ان قوانین کی معرفت حاصل کریں اور ان کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔

ان تمام باتوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی ذات کی معرفت حاصل کریں اور یہ بھی جانیں کہ خداوند عالم نے ہمارے باطن میں کون کون سے کمالات پوشیدہ کئے ہیں اور ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے یہی انسان کی سب سے بڑی مسؤلیت اور ذمہ داری ہے اور اسی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھا کر انسان کو یہ قدرت حاصل ہوگی کہ اس کی اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی جدو جہد ہوشیاری کے ساتھ ہو اور اس کی جدو جہد میں خدا کی توفیقات شامل ہوں۔لیکن اگر ہم نے اس الٰہی راستے کی ، جو ہمارے کمال کا راستہ ہے اس کی معرفت حاصل نہیں کی اور ان قوانین کے مطابق جو خداوند عالم نے ہمارے کمال کے لئے مقرر کئے ہیں ان پرعمل نہیں کیا اس کا مطلب ہے کہ ہماری زندگی میں جمود ہی جمود ہے ہاں اگر ہم نے معرفت کے بغیر جدو جہد کی یا قہراً تو نہ خدا کی توفیق شامل ہوگی اور نہ ہی ہم اپنے مقصد کو حاصل کرسکیں گے۔

یادِ خدا

دین ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہمارا مقصد و ہدف کیا ہونا چاہئے ، ہمیں کس رخ پر عمل کرنا چاہئے اور ہم کن وسائل سے اپنی منزل تک پہنچ سکتے ہیں اور صرف یہ بیان ہی نہیں کرتا ہے بلکہ قوت بھی جو ہماری جدوجہد کے لئے ازحد ضروری ہے وہ بھی دین ہی انسان کو عطا کرتا ہے اور وہ اہم ترین توشہ راہ اور سامان جو ہمارے دامن میں ہے وہ یادخدا ہے۔

چند چیزیں روح انسان کے لئے ضروری ہیں وہ "طلب"، "امید" اور "اطمینان" ہے۔ طلب (خواہش)، امید اور اطمینان وہ مضبوط وتوانا پر ہے جن کے ذریعے انسان اپنی منزل کی طرف پرواز کرتا ہے اور ان کا مبدا ومنبع یادخدا ہے۔

یادخدا ہی کی وجہ سے انسان خواہش بھی رکھتا ہے، اسے امید بھی ہوتی ہے اور اطمینان بھی۔ یادخدا ہمیں ہمارے مقصد کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ جو خدا تک پرواز ہے۔ خدا تک پرواز سے کیا مراد ہے؟ یعنی تمام خوبیوں اور کمالات تک پرواز۔ یادخدا ہی کی وجہ سے ہم متوجہ رہتے ہیں کہ ہمیں کامل بننا ہے۔ یادخدا ہماری اپنے مقصد کے حصول کی جدوجہد کی حفاظت کرتی ہے کہ کہیں ہم کج روی کی طرف مائل ہوکر اپنے مقصد سے دور نہ ہوجائیں۔

یادخدا راہیان کمال کو ان کے راستے اور وسیلے کے بارے میں ہوشیار کرتی ہے اور انہیں احساس رہتا ہے کہ وہ کدھر جارہے ہیں اور ان کا راستہ کون سا ہے؟

یادخدا ہمارے قلوب کو قوت، تازگی اور اطمینان عطا کرتی ہے۔

یاد خدا اس سلسلے میں بھی ہماری معاونت کرتی ہے کہ کہیں ہم دنیاوی جلووں اور ان کی ظاہری چمک دمک میں دل نہ لگا بیٹھیں اور نہ ہی زندگی کے مسائل اور نشیب وفراز ہماری راہ میں رکاوٹ بنیں۔

ایک اسلامی معاشرے میں ایک گروہ یا ایک مسلمان اگر یہ خواہش رکھتا ہے کہ میں اس راستے پر چلوں جو اسلام نے انسانوں کے کمال کے لئے مقرر کیا ہے۔

ان اصول وقوانین پر عمل پیرا ہوں جن پر تمام پیغمبران نے عالم انسانیت کو عمل کرنے کی دعوت دی اس راستے کا مسافر بنوں جس میں رکاوٹیں اور مزاحمتیں نہ ہوں کہ ان سے گھبرا کر منزل پر پہنچنے سے قبل ہی واپس پلٹ آؤں اور اس کی یہ بھی خواہش ہو کہ صراط مستقیم پر میرے قدم ثابت رہیں تو خواہ وہ ایک گروہ ہو یا فرد واحد، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ خدا کو یاد رکھے اور اس کی یاد سے کبھی منہ نہ موڑے اور اسی وجہ سے دین جو انسانوں کو منزل کمال تک پہنچانے والے قوانین کا مجموعہ ہے اس کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ مختلف راستوں اور وسیلوں سے ایسے حالات پیدا کرے کہ ایک دیندار کے دل میں یادالٰہی کا سورج ہمیشہ چمکتا دمکتا رہے اور اس کی روشنی سے اسکی روحانی دنیا ہمیشہ منور رہے۔

انہی اعمال میں سے جو دین نے ہم انسانوں کے کمال کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں ان میں ایک عمل ایسا ہے جو یاد خدا سے لبریز اس کی نورانیت سے منور اور انسان کو یاد خدا کے دریا میں غرق کرنے والا ہے اور وہ عمل انسان کو بیدار اور اسے اس کی ذات سے آگاہ کرتا ہے۔ وہ عمل شاخص یا علامت ونشانی کے مثل ہے کہ خدائی راستے پر چلنے والے اس شاخص یا علامت ونشانی کو دیکھتے ہوئے "صراط مستقیم" پر ثابت قدم اور انحرافات وگمراہی سے دور رہیں اور وہ عمل جو انسان کی زندگی میں سر اٹھانے والی دنیاوی غفلت سے ہر آن اور ہر لمحے برسر پیکار ہے "نماز" ہے۔

نماز انسان کو بیدار کرتی ہے

انسان کا ذہن ہر وقت زندگی کے مسائل میں الجھا رہتا ہے جب کہ اس کی فکر مختلف امور میں مصروف ومشغول رہتی ہے اور شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کبھی اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو یا کبھی اسے خیال ہو کہ میری زندگی کا کیا مقصد ہے یا کبھی وہ اپنا حساب کرے کہ میری زندگی کے لمحات جو گزر گئے وہ کیسے گزرے اور یہ دن گزر رہے ہیں ان میں کیا تیاری کرر ہا ہوں چنانچہ ہماری زندگی میں کتنے ہی ایسے دن ہیں جو اپنے انجام یعنی رات کی تاریکی میں گم ہو جاتے ہیں اور دوسرا دن اپنا سفر شروع کر دیتا ہے۔ کڑیوں سے ملتی رہتی ہیں، دن ورات کی دوڑ میں ہفتے اور مہینے گزر جاتے ہیں اور انسان کی زندگی سالوں کے گرد وغبار میں مٹتی چلی جاتی ہے اور انسان یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ کب صبح ہوئی اور کب شام؟ کتنی باطل پرستی ہے کہ انسان ان باتوں کا احساس بھی نہیں کرتا اور وقت گزرتا جار ہا ہے۔

نماز ایک گھنٹی ہے جو زندگی کے عظیم مقصد سے غافل انسان کو بیدار کرنے کا کام انجام دیتی ہے، نماز انسان کو دن ورات کے مختلف اوقات میں بیدار کرتی ہے اور اس کی زندگی کو بہتر طور پر گزارنے کا پروگرام دیتی ہے۔

نماز انسان سے یہ کہتی ہے کہ تم یہ عہد کرو کہ مجھے تمام کمالات حاصل کرنے ہیں۔

نماز انسان کو متوجہ کرتی ہے کہ تمہارے دن اور رات بیکار نہیں ہیں۔ یہ نماز ہی ہے جو انسان کو اس کے گزرے ہوئے لمحات کا حساب کرنے پر آمادہ کرتی ہے ایسی زندگی کہ جس میں

انسان مادی مسائل اور ہنگاموں میں پھنسا رہتا ہے اور اسے یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ زمانہ اپنا سفر کتنی تیزی سے طے کر رہا ہے اور وقت کی چکی میں اس کی زندگی کے شب و روز پس پس کر اس کی زندگی کو ختم کر رہے ہیں۔

نماز انسان کو متوجہ کرتی ہے اور اسے سمجھاتی ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک اور دن رات کی تاریکی میں گم ہو گیا جو کبھی پلٹنے والا نہیں اور ایک نئے دن کا آغاز ہو گیا کہ معلوم نہیں کہ تم اس کا انجام دیکھ سکو گے یا نہیں نماز ہی انسان کو خواب غفلت سے جھنجھوڑتی ہے کہ تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے ہو بلکہ تمہارے کندھوں پر ایک عظیم ذمہ داری اور عہدہ ہے تمہیں اہم ترین کام انجام دینے ہیں لہٰذا تم اپنا وقت برباد مت کرو نماز ہی انسان کو ہوشیار کرتی ہے کہ تمہاری زندگی کا ایک بڑا حصہ بیکار گزر چکا ہے تو اب جو تمہاری عمر باقی ہے تمہیں چاہئے کہ اپنے مقصد کے حصول تک جدوجہد میں لگے رہو۔

نماز تمام کمالات الٰہی کا مجموعہ ہے

ایک طرف یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہماری زندگی کے مادی مسائل اتنے پیچیدہ اور گھمبیر ہیں اور یہ فطری بات ہے کہ انسان اپنی زندگی کے مقصد اعلیٰ اور عظیم ہدف کو فراموش کر دیتا ہے اور دوسری جانب انسان کا خود بخود ان عظیم ذمہ داریوں کی طرف ہر روز متوجہ ہونا جو اسے مقام کمال تک پہنچنے کے لئے سونپی گئی ہیں۔ ناممکن اور محال ہے اور اسی طریقے سے یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی ایسی ذات ہو جس کا کام فقط یہی ہو کہ وہ ہمیں سمجھائے کہ تم کس لئے دنیا میں آئے ہو اور تمہاری زندگی کا کیا مقصد ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ خود یہ زمانہ اپنے دامن میں اتنی وسعت نہیں رکھتا ہے کہ ہم اسلامی آئیڈیالوجی یا نظریات کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں اور اسلام کی عطا کردہ خواہشات کی تکمیل کریں۔ نہ تو ہمارے صبح و شام میں اتنی گنجائش ہے کہ ہم اعلیٰ مقاصد تک پہنچ سکیں اور نہ ہی ایسی لمبی فرصت ملے گی کہ ہم اس میں اپنی منزل کو پا سکیں۔

چنانچہ کم اوقات والے دن و رات کی زندگی میں نماز وہ معجون الٰہی ہے جس نے انسانوں کے لئے تمام کمالات کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے یا بالفاظ دیگر نماز ہی تمام کمالات الٰہی کا مجموعہ ہے۔ ہمارا دل روزانہ نماز میں متوجہ ہوتا ہے کہ ہمیں دنیا میں رہ کر کیا کرنا ہے۔

نماز ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے............؟

نماز کے لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز تمام ممالک کا قومی نغمہ ہے البتہ ہر قوم کے لحاظ سے

نماز کے معنی میں تھوڑے بہت فرق ہوں گے اور ہر ملک اور ہر زمانے کے لحاظ سے اس کی توجہ میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔

اصول وقوانین کی تکرار ذہنوں میں ان کی پختگی کا سبب ہوتی ہے

ایک مملکت اس بات کی خواہشمند ہوتی ہے کہ اس کے اصول وقوانین مضبوط ہوں، اس کے نظریات وہاں بسنے والے افراد کے اذہان میں راسخ و پختہ ہوں اور وہ مملکت کی فکر پر باقی رہیں، چنانچہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان افراد کے لئے ان نظریات کی تکرار کی جائے اور وہاں کے افراد سے کہا جائے کہ یہ تمہارا قومی نغمہ ہے جو زندگی کے ہدف، آئیڈیالوجی اور ملت کے افراد کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

اسے بار بار پڑھو اور ضروری ہے کہ اس ملک کے باشندے ان کی تکرار کرتے ہیں کیونکہ اس تکرار کی وجہ سے وہ ملک کے نظریات وافکار پر باقی رہیں گے اور انہیں یہ احساس رہے گا کہ وہ اس ملک کے رہنے والے ہیں اور وہ، ان اغراض ومقاصد کو جو مملکت انہیں بتارہی ہے انہیں حاصل کرنے کی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

اگر اس مملکت کے رہنے والے اپنے ملک کے اصول وقوانین اور اغراض ومقاصد کو فراموش کردیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا راستہ بدل جائے گا اور وہ اس راستے کے مسافر نہیں رہیں گے۔ چنانچہ لوگوں کے لئے مملکت کے اغراض ومقاصد بار بار بیان کرنا، ان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنا اور کام وخدمت کی طرف بار باران کی توجہ مبذول کرانا۔

یہی وہ عوامل ہیں جن کی وجہ سے وہ جدوجہد کے لئے آمادہ ہوں گے............ اور ویسے ہی بن جائیں گے۔

اور اسی تکرار کی وجہ سے منزل کا نقشہ اور منزل کا راستہ ان کی سمجھ میں آجائے گا اور ساتھ ہی وہ اپنی مسؤلیت و ذمہ داری کو بھی سمجھ لیں گے۔ یہ تکرار ان کے ذہنوں میں ان کی مملکت کے اصول وقوانین اور اغراض ومقاصد کو زندہ رکھنے اور ان کی ذمہ داریوں کو مقرر کرنے کا باعث ہوگی اور ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عمل کے لئے تیار ہو جائیں گے اور شجاعت وہمت کے ساتھ ساتھ قدم آگے بڑھائیں گے۔

نماز مکتب اسلام کے اصولوں کا خلاصہ

نماز...........مکتب اسلام کے اصولوں کا خلاصہ ہے،

نماز مسلمانوں کے لئے ان سے راہ نماز "صراط مستقیم" کو روشن کرنے والی،

ان کی مسؤلیت و ذمہ داری کی نشاندہی کرنے والی،

اوران کی محنت وجد وجہد کے نتیجے کو بیان کرنے والی ہے۔

دن کا آغاز یا زوال آفتاب یا پھر رات کی تاریکی مسلمان کو طلب کرکے اسلام کے اصول وقوانین، اسلام کے راستے اوراس کے مقصد و نتیجے کواس کی زبان میں سمجھایا جاتا ہے اور اسے روحانی طریقے سے آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے اصول وقوانین کے مطابق عمل کرے۔ نماز میں انسان اپنی زبان کے ذریعے دل کوآمادہ کرتا ہے، اسے اطمینان وتسلی دیتا ہے اوراپنے میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ کہیں میں اپنے ہدف ومقصد سے دورتونہیں ہورہا ہوں، نماز ہی انسان کے ہرقدم کوایمان کے آخری درجے تک لے جاتی ہے اوراس کے ہرعمل کو کامل کردیتی ہے۔

المختصر نماز انسان ناقص کوانسان کامل بنادیتی ہے۔

ہاں! یہی نماز ہے جومعراج مومن ہے۔

نماز تاریکی و ظلمت میں نور الٰہی ہے

ہم انسانوں کا راستہ جو خداوند عالم نے ہمارے کمال کے لئے مقرر کیا ہے، جو آگے چل کر بہت دشوار ہوگا کہ اسی راستے پر چل کر انسان کامیاب ہوسکتا ہے۔ حقیقی سعادت وخوشی اور کمال کو حاصل کرسکتا ہے اور اسی راستے پر چلنا اور منزل کو پانا ہی انسان کی زندگی کا اصلی ہدف ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے سامنے صرف یہی راستہ نہیں ہے کہ اس کی نشاندہی کر دی جائے اور ہم وہ راستہ طے کر کے اپنی منزل تک پہنچ جائیں بلکہ ظلمت (تاریکی)، خدائی اصولوں سے انحراف اور ہمیں ہماری منزل سے دور کرنے والے عوامل کثرت سے ہماری راہ میں رکاوٹ ہیں اور نہ صرف رکاوٹ ہیں بلکہ اتنے پرکشش و پرفریب اور دل کو اپنی جانب موہ لینے والے ہیں کہ راہ اسلام پر چلنے والا مسافر تردد میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں، اس راستے پر قدم اٹھاؤں یا نہ اٹھاؤں اور اسی کیفیت میں انسان بعض اوقات غلط کو صحیح خیال کرنے لگتا ہے۔

انسان اس منزل پر کیا کرے جب اس کے قدم لڑکھڑانے لگیں؟

انسان کیا کرے کہ اس کی راہ روشن اور اس کی جدوجہد صحیح سمت میں جاری رہے؟

اور انسان کیا کرے کہ وہ اپنی منزل آخر (جو قرب خدا اور کمالات کا حصول ہے) سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ ہو؟

انسانی عزائم کو کمزور و متزلزل کرنے کے مقام پر نماز ہی وہ سہارا ہے جس کے ذریعے

انسان باحفاظت اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔

تر ددو اشتباہ کی سیاہی وظلمت میں نماز ہی مینارۂ نور ہے جو انسان کی راہ کمال کو روشن رکھتی ہے۔

نماز ہی وہ میزان الٰہی ہے جو حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دیتی ہے۔

اور یہ نماز ہی ہے جس کی وجہ سے انسان یادخدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

اپنے مفاہیم کو سمیٹتے ہوئے ہم اپنے مقصد کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ انسان کی پوری زندگی کا خلاصہ روزانہ نماز میں اس کے سامنے آتا ہے۔

نماز ہی کی وجہ سے ہمارے دل کی کھڑکی سے خدا کے رابطے، بادنسیم ہماری روحانی دنیا کوشادوآباد رکھتی ہے اور ہمارے وجود کو حقیقت ''انسانیت'' اور روحانیت عطا کرتی ہے یا یوں کہیے کہ نماز کے چند الفاظ میں اسلامی فکر کی تمام باتیں اور مقاصد بطور خلاصہ موجود ہیں یا اسلام کے تمام بیانات کا نچوڑ نماز میں ہے یا نماز اسلام کا جوہر اصلی ہے۔

اس طریقے سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ نماز کو پانچ اوقات میں تقسیم کرنے کی کیا وجہ ہے اوراسی وجہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نماز کی اہمیت کس قدر ہے؟ جیسے جسم کو قوت پہنچانے کے لئے ہم ایک نظام کے تحت اسے غذا دیتے ہیں، اسی طرح ہماری روح کو بھی خدا تک پرواز کے لئے غذا کی ضرورت ہے تا کہ وہ تندرست وتوانا رہتے ہوئے تمام شیطانی قوتوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کر سکے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ روح کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ ہم روح کو ایک دفعہ درس دے دیں یا ایک ہی دفعہ ہدایت کر دیں جو ہمارے مرنے تک اس کے لئے کافی ہو بلکہ روح کا معاملہ بدن سے زیادہ حساس ہے یعنی روح کے لئے ضروری ہے کہ دن ورات میں ہر تھوڑی دیر بعد اسے غذا فراہم کی جائے۔

ایک بات تو یہ طے ہوگئی کہ نماز اسلام کے تمام اغراض ومقاصد کا خلاصہ ہے۔ نماز میں

تلاوت قرآن بھی ہے جو نماز کے واجبات میں سے ہے۔نماز،نمازی کو قرآن کے مضامین سے آشنا کرتی ہے کہ قرآن کے مطالب میں غور کرو اور اپنی فکر کو فکر قرآن کے ساتھ مربوط کرنے کی کوشش کرو۔ بنیادی طور سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ نماز میں جتنے افعال وحرکات ہیں سب اسلام کو نمونہ پیش کرتی ہیں البتہ مختصر طریقے سے۔

اسلام اپنے پیرو کاروں کے بدن، ان کی فکر اور ان کی روحوں کو بھی ان کی خوش بختی اور کمال کے لئے استعمال کرتا ہے۔نماز میں انسان کی تینوں چیزیں یعنی اس کا بدن، اس کی فکر اور اس کی روح مصروف ہوتے ہیں۔

بدنی حالت:

ہاتھ، پیر، زبان کی حرکت، جھکنا، بیٹھنا اور خاک پر پیشانی رکھنا۔ یہ انسان کی بدنی حالت ہے۔

فکری حالت:

ہم نماز کے مضامین اور نماز کے الفاظ کے بارے میں سوچتے ہیں جو نماز میں بیان کئے جاتے ہیں۔ یہ مضامین اور الفاظ عام طور سے اشارہ کرتے ہیں کہ ہماری زندگی کا ہدف و مقصد اور اس کے وسیلے کیا ہیں یعنی نماز میں اسلام کا خلاصہ ہمارے ذہنوں سے گزرتا ہے۔

روحی حالت:

نماز میں ہماری روح کا عالم یہ ہوتا ہے کہ نماز میں ہم خدا کو یاد کرتے ہیں جو ہماری روح کے کمال کا سبب ہے،نماز میں ہمارا دل باطنی کمالات اور اخلاقی پاکیزگی کے لئے پرواز کرتا ہے اور نماز نہ صرف ہماری روح کی طہارت کرتی ہے بلکہ ہمارے دل کو فضول کاموں کی انجام دہی اور اسے بھٹکنے سے روکتی ہے اور یہ نماز ہی ہے جو ہماری روح میں خوف خدا کا بیج ڈالتی ہے۔

نماز کو قائم کرنا پڑھنے سے زیادہ اہمیت کا حامل

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں جتنے آئین اور جتنے لوگ ہیں، ہر ملت کی نماز ان کے نظریے کا خلاصہ ہوتی ہے چنانچہ اس بیان کے مطابق ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز بھی ایسی ہی ہے اور اسلام نے جو نماز مقرر کی ہے اس میں روح وجسم، مادیت وروحانیت (معنویت) اور دنیا و آخرت کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ نماز کی عظیم الشان خوبیاں ہیں جو اسلام نے بیان کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک مسلمان نماز ادا کرتا ہے تو وہ اپنی تمام (مادی وروحانی) طاقتوں اور قوتوں کو اپنے وجود کے کمال کے لئے استعمال کرتا ہے یعنی وہ بیک وقت اپنی جسمانی، فکری اور روحی قوتوں کو اپنے کمال وارتقاء کے لئے استعمال کرتا ہے۔

نماز پڑھنے والا اس دلیل کی وجہ سے اپنی تمام (مادی وروحانی) صلاحیتوں اور قوتوں کے ساتھ خدائی راستے پر قدم بڑھاتا ہے اور اپنے وجود میں سر اٹھانے والے شر کے جذبات، فساد کے میلانات اور انحرافات کا مشاہدہ کرتا ہے تو نماز کے ذریعے سے ان کو ترک کرتا جاتا ہے چنانچہ قرآن میں کئی مقامات پر نماز کو قائم کرنے کو کہا گیا ہے اور یہی دینداری کی پہچان اور علامت ہے اور اسی وجہ سے ہمارا یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز کو قائم کرنا نماز کو پڑھنے سے زیادہ اہمیت والا ہے یعنی آیات قرآنی میں جس کثرت کے ساتھ نماز کو قائم کرنے کا حکم آیا ہے اس کا مطلب فقط یہ نہیں ہے کہ ایک شخص صرف (ظاہری صورت اور آداب کے ساتھ) نماز پڑھ لے بلکہ حقیقتاً نماز کو قائم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز ہمیں جس سمت لے جانا چاہتی ہے ہم اسی سمت پیش قدمی کریں۔

جس منزل کی طرف ہماری توجہ مبذول کرانا چاہتی ہے ہم اس کے لئے بھرپور توجہ کریں اور جن اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے آمادہ کرتی ہے ہم ان کے حصول کے لئے جدو جہد کریں یعنی ہم نیک صفات اور تمام خیر و خوبیوں کو حاصل کرنے کا عہد کریں جن کا خلاصہ نماز ہے یا دوسرے الفاظ میں یاد خدا اور اسلام کے بیان کردہ تمام مقاصد ہمارے دل میں قیام کریں اور یہ دوسروں کی زندگی میں قیام کریں۔ ہم بھی اسلام کے مقرر کردہ ہدف و مقصد کے حصول کے لئے جدو جہد کریں اور دوسرے بھی انہی مقاصد کے حصول کے لئے کوشاں رہیں۔

گویا نماز کو قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش کے ذریعے اپنے ماحول اور زندگی کی فضا کو ایسا بنائے کہ جیسا نماز ہم سے تقاضا کرتی ہے یعنی سب خدا کی تلاش و توجہ میں ہمہ وقت کوشاں ہوں، خدا پرست ہوں اور اس سمت اور اس راستے پر حرکت کریں کہ جس سمت اور جس راہ پر نماز ہمیں لے جانا چاہتی ہے۔

پس ایک مومن ہو یا مومنین کا گروہ نماز کو قائم کر کے اپنی تباہی، گناہ کی طرف توجہات و میلانات اور فساد کی تمام کیفیات کو اپنی ذات سے ختم کر دیتا ہے اور نہ صرف اپنی ذات کو ان سے پاک کرتا ہے بلکہ اپنے ماحول اور معاشرے کو بھی پاک کرتا ہے۔

یعنی ایک گروہ جب نماز قائم کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو تباہی و بربادی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔

نماز ان تمام کیفیات کو جو انسان کو اس کے مقصد و ہدف سے انحراف و بغاوت پر اکساتی ہیں ختم کر دیتی ہے، ہمارے گناہوں کو جلا دیتی ہے، نماز ہی ہمارے اندرونی و بیرونی جوش و جذبات کے طوفان کو پرسکون کر دیتی ہے اور نفس کے ان عوامل کو خواہ شخصی و فردی ہوں یا اجتماعی بے جان کر دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز فرد واحد کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک معاشرے کو بیہودہ اور ناپسندیدہ اعمال سے روکنے کا ذریعہ ہے۔

نیکی کے خلاف شیطان کی جنگ جاری ہے

زندگی کی دوڑ میں [جہاں ہر طرف مختلف نوعیتوں کی کشمکش اور نیکی و بدی کی جنگ و جدل جاری ہے] ہمارا مقابلہ مختلف النوع مسائل سے ہوتا ہے اور ہمارا ذہن مختلف الجھنوں میں گھرا رہتا ہے۔ کاروبار حیات میں برائیوں کی نجاسات اپنے عروج پر ہیں یعنی تمام شیطانی قوتیں اپنے کل اسباب، بہترین انتظامات اور ہتھیاروں سے مسلح اپنی کمین گاہ سے انسانوں کو اپنے نشانے پر لئے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بات پر قیام کیا ہوا ہے کہ جہاں بھی دیکھیں کہ لوگوں میں نیکی کا جذبہ ہے یا نیک اعمال کی طرف توجہات ہیں تو کسی نہ کسی طرح اسے نابود کر دیں اور اس شجر طیبہ کو جڑ سے کاٹ دیں تاکہ وہ نیکی کا شجر معاشرے میں نشوونما نہ پا سکے۔

انسان کے الٰہی مقاصد کی پہلی حفاظتی دیوار کہ جس پر شیطانی قوتوں کا زیادہ ہجوم رہتا ہے انسان کا عزم اور نفس کی قوت ہے۔ شیطان کی دلی آرزو ہے کہ ہمارے عزم (مقصد و ہدف کو حاصل کرنے کی قوت طلبی) کو کمزور کردے اور ہمارے نفس کی قدر و طاقت نیست و نابود ہوجائے۔ چنانچہ انسان کی زندگی میں عزم اور قدرت نفس کا نہ ہونا یا کمزور ہونا اس بات کا پیش خیمہ ہوگا کہ شیطان ہمارے وجود پر اپنا تسلط جمالے اور ہماری صلاحیتوں اور کمالات کو برباد کردے۔ شیطان انسان کے وجود کو [جس میں صلاحیتیں، کمالات، خوبیاں اور علم و معرفت الٰہی کے خزانے پوشیدہ ہیں] اپنی چراگاہ بنالیتا ہے اور جب چاہے اس میں داخل ہوکر انسان کے گلشن معرفت کو ویران کر دیتا ہے اور اس طرح اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

وہ افراد جو اپنے زمانے اور تاریخ کے لئے خدا کے راستے پر ایک پیغام رکھتے ہوں اور نئے راستے پر چلنے کے خواہشمند ہوں۔ایسے افراد اوران کے نظریے کی تباہی کے لئے شیطان زیادہ فکرمند رہتا ہے اوران پر زیادہ حملے کرتا ہے تاکہ ان کے عزم وقدرت نفس کو کمزور کردے۔ چنانچہ وہ افراد جو اپنی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ اپنے عزم و ارادے کو مستحکم بنائیں تاکہ وہ شیطان کے حملوں کا دفاع کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

اسلام نے انسان کی حقیقی کامیابی وکامرانی اوراس کے معراج کے لئے جو نماز مقرر کی ہے، ہم اس میں اپنے آپ کو نصیحت کرتے ہیں اور دل کو بار بار یاد خدا کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔نماز معمولی قوتوں کی مالک اور مادی کمالات کی حاصل شخصیت کو [جس کے لئے تباہی کے خطرات ہمہ وقت اس کے سر پر منڈلاتے رہتے ہیں] اس خدا سے مربوط کردیتی ہے جس کی تمام صفات وکمالات کی کوئی حد نہیں ہے بلکہ حد یہ ہے کہ وہ تمام حدود سے مبرا ہے۔

یقیناً نماز ہی وہ پل ہے جس کے ذریعے ہمارااور خدا کا رشتہ قائم ہوتا ہےاور نماز ہی کے ذریعے سے ہم خدا پر بھروسہ کرتے ہیں اور ہم خود کو اس ذات سے قریب کرتے ہیں جو تمام جہانوں کی فکر کرنے والی ہےاور ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہماری قوت لامحدود لازوال ہے۔نماز کے ذریعے سے انسان کا خدا سے قریب ہونا اور خدا کی حاکمیت و طاقت پر بھروسہ کرنا ہم انسانوں کی تمام کمزوریوں اور تمام برائیوں کا بہترین علاج ہے اور ہمارے عزم و ارادے کو مضبوط ومستحکم کرنے اوراسے برقرار رکھنے کے لئے بہترین مالک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نماز

رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [جو اسلام کے عظیم آستانے میں تمام دنیا کی جاہلیت کے مقابل اپنے کندھوں پر مسؤلیت اور ذمہ داری کا کوہ گراں محسوس کررہے ہیں] کو حکم دیا گیا خدا کو یاد کرو اور رات کی تاریکی میں نماز پڑھو:

يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾.[1]

اے مزمل! رات کو خدا کی بارگاہ میں قیام کرو مگر تھوڑی دیر۔ آدھی رات یا اس سے کم یا اس سے زیادہ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری بیان (کی ذمہ داری) ڈالنے والے ہیں۔

اس عظیم ذمہ داری ، قول ثقیل یا مقصد کے لئے سورۂ مزمل کی ان ابتدائی آیات میں رسول خدا کو نماز شب پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہم اپنے مضمون کو آگے بڑھاتے ہیں تا کہ نماز کے بیانات میں توجہ کرسکیں اور اسی توجہ میں ہم نماز کے ترجمے سے [جو مناسب ہونا چاہئے] آگے نہیں بڑھیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہم علمی نقطہ نگاہ سے یہ تعلیم دینے کی کوشش کریں گے کہ نماز کا ہدف کیا ہے؟ اور حتیٰ الامکان ہماری یہ بھی کوشش ہوگی کہ ہم انہیں بیان کرنے میں اپنے مقصد سے نزدیک تر ہوں۔

---

[1] سورۂ مزمل ۱ تا ۵

ابتدائی نماز

نماز کی ابتدا، خدا کے نام، اس کی عظمت کی یاد اور اس چیز سے ہے کہ اس کی ذات کتنی بلند ہے اور اس کی ذات تمام انسانی فکروں سے بلند تر ہے۔

اللہ اکبر..........خدا سب سے بزرگ ہے

نماز گزار اس جملے کے ساتھ خدا سے اپنے راز و نیاز کو شروع کر دیتا ہے۔

اللہ اکبر..........خدا بزرگ تر ہے۔

خدا اس سے بھی اونچا ہے کہ کوئی اس کی تعریف و توصیف بیان کرے۔ خدا تاریخ عالم کے تمام خداؤں سے بزرگ تر ہے بلکہ خدا ان کی قدرتوں اور ظاہر طاقتوں سے بھی بزرگ تر ہے کہ جن سے انسان خوف کھاتا ہے یا جن سے لالچ رکھتا ہے اور خدا اس سے بھی بلند و اعلیٰ ہے کہ خدا کی جو سنتیں مقرر ہیں، اور اس کے قوانین جو کائنات میں جاری و ساری ہیں، کوئی ان کو توڑ سکے۔

اگر انسان ان خدائی سنتوں کی معرفت اور ان پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہوئے اپنے مقصد اور اپنی تلاش کا انتخاب کیے ہوئے ہو اور اس کا خیال ہو کہ خدا بہت عظیم اور بزرگ ہے تو وہ اپنے دل میں ایک طاقت کا احساس کرے گا اور امید سے بھرپور احساس کرے گا کہ اسے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں خدا کی مدد ضرور شامل ہوگی اور اس کے کاموں کا انجام یقیناً نیک اور کامیاب ہوگا اور اس طرح وہ مستقبل کی زندگی اور آنے والے راستے پر نیک خیالات سے

بھرپور نگاہ ڈالے گا چنانچہ نماز پڑھنے والا لفظ "اللہ اکبر" کے ادا کرنے کے بعد عملاً نماز میں داخل ہوجاتا ہے۔ پس اسے چاہئے کہ اس قیام کی حالت میں سورۂ حمد کے بعد قرآن کے ایک مکمل سورے کی تلاوت کرے۔

سورۂ حمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدا اس خدا کے نام سے جو ایسی رحمت رکھتا ہے جو تمام عالم پر سایہ افگن ہے اور ایسی رحیمیت (مہربانی) والا ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

قرآن کے ہر سورے کی ابتدا اسی جملے سے ہے اور اسی جملے سے نہ صرف نماز کی ابتدا ہوتی ہے بلکہ ایک مسلمان کے تمام کاموں کی ابتدا اور آغاز نام خدا سے ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی، اس کے تمام معاملات اور اس کی زندگی کے تمام جلووں کی ابتدا خدا کے نام سے ہے۔ مسلمان خدا کے نام سے اپنے دن کو شروع کرتا ہے اور خدا ہی کے نام سے اپنے روزمرہ کے امور کو انجام تک پہنچاتا ہے [وہ خدا کے نام اور اس کی یاد کے ساتھ بستر میں داخل ہوجاتا ہے] اور اپنے نئے دن کے کاموں کو دوبارہ خدا کے نام سے شروع کر کے انہیں پایہ تکمیل تک پہنچاتا ہے بلکہ اپنے خدا کی یاد سے اس دنیا سے آنکھیں بند کرتا ہے اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾

تعریف وتوصیف صرف اس خدا کے لئے ہے جو پوری دنیا اور تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔

سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں

تعریف وتوصیف کی جتنی بھی قسمیں ہیں وہ سب خدا کے لئے مخصوص ہیں کیونکہ کائنات میں جتنی عظمتیں وجود رکھتی ہیں ان سب کا خالق خدا ہے اور جتنی رحمتیں ہیں وہ سب خدا کی طرف سے ہیں۔ خداوند عالم کی ذات میں تمام اعلیٰ صفات جمع ہیں اور تمام نیکیاں اور نیک کام جو ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں ان سب کا سر چشمہ اسی کا وجود ہے۔ لہٰذا خدا کی تعریف کرنا نیکیوں اور نیکوکاروں کی تعریف کرنا ہے اور خدا ہی کی تعریف کرنے کی وجہ سے ہماری کوشش اور جدوجہد کو جو نیک بننے اور نیک خواہشات کی تکمیل کے لئے ہے، اپنے انجام تک پہنچنے کا راستہ مل جاتا ہے۔

اگر کوئی انسان خود میں اچھی صفت دیکھے یا قابل تعریف کردار محسوس کرے تو وہ جان لے کہ اس میں موجود وہ نیکی اور خوبی خدا کی رحمت کا فیض اور اس کا لطف وکرم ہے اس لئے کہ یہ صرف خدا ہی کی ذات ہے کہ جس نے انسانوں کی فطرت کو نیکیوں پر قائم کیا ہے اور یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ جس نے انسان کے باطن میں پوشیدہ صلاحیتوں کو ایسا بنایا ہے کہ اس کا باطن ہمیشہ ایسی فکر میں رہتا ہے کہ ان تمام نیکیوں اور صلاحیتوں کو ایسا بنایا ہے کہ اس کا باطن ہمیشہ ایسی فکر میں رہتا ہے کہ ان تمام نیکیوں اور صلاحیتوں کو جن کا سر چشمہ خدا کی ذات ہے۔ کمال تک پہنچائے اور یہ بھی خدا ہی کی ذات ہے جس نے انسانوں کو ایک اور قدرت دی ہے جسے ہم تصمیم یا مصمم (پکا) ارادہ کہتے ہیں یعنی کس کام کو کر کے ہی چھوڑنا یا کسی کام کو اس کے انجام تک پہنچانے کا عزم۔ یہ انسان کے لئے ایسا سرمایہ ہے جس کے ذریعے سے انسان نیک بننے کے لئے اور نیک اعمال کے راستے پر قدم بڑھاتا ہے۔

خدا عالمین کا پالنے والا اورانہیں کمال تک پہنچانے والا ہے

انسان اپنے اس خیال سے [کہ جو رحمت وخوبی دنیا میں ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے] اپنی ذات کو اچھائیوں میں گم نہیں ہوجاتا ہے اور نہ ہی اپنی ذات کے شاندار ہونے کا خیال کرتا ہے۔ اگر انسان میں نیک بننے اور کمالات حاصل کرنے کی توجہ ہوگی تو اس کی وجہ سے اس کی اس بات کی طرف بھی ہوگی کہ وہ اپنا وقت ضائع نہ کرے یا بیہودہ حرکات میں وقت نہ گزارے اور اسی طرح یہ بھی خیال ہوگا کہ وہ نیکی کی صلاحیتوں اور قوتوں کی حفاظت و پاسداری بھی کرے۔

نماز پڑھنے والا جب عبادت میں کہتا ہے کہ "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" وہ تمام (عالمین) جہانوں کا رب ہے یعنی کائنات میں جتنی دنیائیں اور لوگ وجود رکھتے ہیں وہ ان سب کا رب ہے اور ہم قبول کرتے ہیں کہ کائنات میں یہی ایک دنیا نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ اور بہت سی دنیائیں ہیں۔ یہی ایک جہان نہیں ہے اور بہت سے پوشیدہ جہان اس کائنات کا حصہ ہیں اور ان تمام دنیاؤں اور جہانوں کا تعلق ہم ہی سے ہے سب کے سب آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں [سب کو خدا نے خلق کیا ہے] اور وہی سب کو کمال تک پہنچا رہا ہے۔

نماز پڑھنے والا اس بات کا احساس کرتا ہے کہ اس دنیا کے علاوہ اور بہت سی دنیائیں ہیں جبکہ اس سے قبل وہ نہ صرف خود کو اس دنیا تک محدود خیال کرتا تھا بلکہ اس کی زندگی کا نظریہ بھی مادیت کی قید میں تھا لیکن "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کہنے کے بعد اسے یہ خیال ہوتا ہے کہ ہماری اس دنیا کے علاوہ آگے اور بھی دنیائیں اور جہان پھیلے ہوئے ہیں جو میرا خدا ہے وہی ان جہانوں اور دنیاؤں کا خدا ہے اور ایسی فکر کی وجہ سے اس کی اپنی دنیا سے متعلق تنگ نظری ختم ہوجاتی ہے اور محدودیت کا حصار ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی کوتاہ نظری کے خاتمے کے ساتھ ساتھ اس میں حائت

اورخواہش پیدا ہوتی ہے اوروہ کائنات میں پوشیدہ رازوں کی تلاش شروع کردیتا ہے اورانسان اس خدا کی [جوتمام جہانوں اوردنیاؤں کا پالنے والا اورانہیں کمال تک پہنچانے والا ہے] بندگی سے عظمت کا احساس کرتا ہے کہ میں خدائے لاشریک کا بندہ ہوں۔

آیت "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ نمازی کی توجہ اس بات کی طرف بھی ہوتی ہے کہ کائنات کے تمام موجودات انسان، حیوان، جمادات، گھاس پھوس، تمام آسمان اوران کے علاوہ اس کائنات میں پوشیدہ ان گنت دنیائیں اور جہان [جو ہمارے ادراک کی رسائی سے بہت آگے ہیں] سب خدا کی بندگی اوراطاعت کرنے والے ہیں اورخدا ہی ان کی تربیت کرنے والا ہے اوران کوکمال تک پہنچانے والا ہے۔

ان تمام خیالات کے ساتھ نمازی یہ بھی خیال کرتا ہے کہ میرا خدا نہ توکسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی وہ کسی نسل وملت سے ہے بلکہ "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کہہ کر بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ خدا صرف انسانوں کا ہی تربیت کرنے والانہیں ہے بلکہ وہ تو ایک چیونٹی اورایک معمولی سی گھاس کا بھی خدا ہے اورخدا ہی کی تربیت کی وجہ سے تمام آسمان، کہکشائیں اورسیارے اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔نماز پڑھنے والا اس حقیقت کوبھی درک کرتا ہے کہ میں تنہا نہیں ہوں بلکہ دنیا میں جتنے دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیزیں سب خدا کی تربیت کے زیر سایہ میرے ایک ساتھ تربیت کررہا ہے ہم سب کے سب شاہراہ حیات پرایک دوسرے کے بھائی اورہمسفر ہیں اور یہ کاروان عظیم [جس میں کائنات کے ذرے سے لے کرکہکشاؤں سمیت سب جاندار، حیوان وانسان شامل ہیں] خدا کے مقررکردہ ہدف کے تحت ایک ہی راہ پرایک ہی سمت رخ کئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

نمازی جب اس ربط وتعلق کا احساس کرتا ہے تو اس کی وجہ سے تمام موجودات کی نسبت خودکوذمہ داراورمسؤل سمجھتا ہے کہ میری ڈیوٹی یہ ہے کہ میں انسانیت کی خدمت کروں، اور

ان کی خدمت ان کی ہدایت اور زندگی کے امور میں ان کی امداد کرنا ہے اور وہ یہ بھی خیال کرتا ہے کہ میں سمجھوں کہ کون سی چیزیں کس لئے بنائی ہے؟ ان کا صحیح کون سا ہے؟ وہ کون سے مقاصد کے تحت دنیا میں آئی ہیں؟ اور وہ توجہ کرتا ہے کہ تمام موجودات کو اس راستے پر چلنا چاہئے جس میں خدا کی غرض ہو۔

الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۲﴾

خدا رحمان اور رحیم ہے

رحمت عام اور رحمت خاص

خدا کی ایک رحمت وہ ہے جو مختلف شکلوں میں دنیا میں وجود رکھتی ہے اور ان میں سے ایک شکل وہ طاقتیں اور قوانین ہیں جو حیات کی پیدائش کا سبب ہیں اور جن کے ذریعے اس کرۂ ارض پر حیات کا وجود اور اس کی بقاء ہے۔ خداوند عالم کی یہ رحمت عام کائنات کے تمام موجودات پر چھائی ہوئی ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں اور انسان [جب تک موت کی دہلیز پر نہیں پہنچتے] ہر آن و ہر لمحے خدا کی رحمت رحمانیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف خدا کی وہ رحمت ہے جو ہر ایک کے لئے مخصوص ہے۔ خداوند عالم کی یہ رحمت، ہدایت اور اعلیٰ کاموں میں نصرت خدا کی رحمت ہے، اجر اور اس کی خاص محبت کی رحمت ہے جو خدا انہی بندوں کو عنایت کرتا ہے جن میں ان کی لیاقت و صلاحیت ہوتی ہے جو کمالات کے لائق اور نیک انسان ہیں۔

خداوند عالم کی یہ رحمت بھی اسی دنیا سے انسان کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اس نورانی رحمت کا اثر قابل موجودات اور نیک انسانوں میں موت تک اور بعد از موت قیامت تک باقی

رہتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنی منزل کے آخر تک پہنچ جاتا ہے مگر خدا کی یہ رحمت اس کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ خدا ہی کی ذات ہے جو تمام موجودات پر رحمت کرنے والی ہے اگر چہ کہ وہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اور یہ بھی خدا ہی کی ذات ہے جس کی رحمت ہمیشہ رہنے والی ہے اور ہر انسان میں موجود لیاقت وصلاحیت کے اعتبار سے اس کے لئے مخصوص بھی۔

ہمارا نماز میں یاد کرنا کہ ہمارا پروردگار رحمت والا ہے یا تلاوت قرآن سے قبل [نماز کے آغاز میں] یا کسی بھی سورے کو شروع کرنے سے پہلے خدا اور اس کی رحمت کو یاد کرنا ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ خدا کی محبت ومہربانی اس کی نمایاں ترین صفات ہیں جو کائنات کی تخلیق اور اس کے وجود کی ابتدا ہی سے ہر ایک کے ساتھ شامل ہیں اور اس کے برخلاف اس کی دوسری صفات یعنی اس کا قہر وغضب ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو خدا کے دشمن اور فساد وتباہیاں پھیلانے والے ہیں۔اس کی رحمت رحمانیت چار سو پھیلی ہوئی ہے جو تمام موجودات اور ہر ذی حیات تک پہنچ کر رہے گی۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾

خدا قیام کے دن کا مالک اور صاحب اختیار ہے۔

روز جزا [وہ دن ہے جب زندگی ختم ہو جائے گی] آخرت کا دن ہے جس کے لئے لوگ اپنے اپنے انجام کی فکر میں رہتے ہیں۔ مادی خیالات رکھنے والا مادہ پرست جو منکر خدا ہے، وہ اور خدا پرست دونوں ایک خاص مقصد کے تحت اپنے اپنے کام تک پہنچنے کے لئے کوششیں کرتے ہیں لیکن دونوں کی جد وجہد اور کوشش میں فرق یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک نے اپنی عاقبت و انجام کو دو مختلف اور متضاد نظریوں سے سمجھا ہے۔

خدا پرست اور مادہ پرست

مادی خیالات کا پرتو انسان اس کی فکر میں رہتا ہے کہ اسے اپنی جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ اگلے گھنٹے میں کیا ملے گا؟ یعنی اس کی تمام جدوجہد اور کوششوں کا دائرہ صرف آنے والے دن ،سال یا چند اور سالوں تک محدود ہے کہ ان آنے والے دنوں یا سالوں میں وہ اپنی جدوجہد اور کوشش سے کیا منزل پانے والا ہے؟ جبکہ اس پر یہ حقیقت روز روشن کی مانند عیاں ہے کہ اس کی جدوجہد اور کوشش کا نتیجہ بڑھاپا، بدن وقوت کی ضعیفی اور انتہائی عمر کی افسردگی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور اس کی زندگی کی محنتوں اور مشقتوں کا انجام صرف بڑھاپے کی سرد آہیں، گزشتہ زندگی پر افسوس اور نالہ ہائے غم ہیں لیکن خدا پرست انسان کی نگاہیں اس دنیا کے پار اپنی منزل حقیقی تک دیکھتی ہیں، اس کے خیالات کا دائرہ چند گھنٹوں کے مختصر سے شب وروز اور چند سالوں کی دنیا سے بہت وسیع اور اس کی منزل بہت آگے ہوتی ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

نہ تو خدا پرست کی دنیا اس مادی دنیا تک محدود ہے اور نہ ہی اس کا نظریہ زندگی اس فانی دنیا کے حصار میں ہے بلکہ اس کی دنیا، اس کی زندگی اور اس کا جہان مادہ پرست کی دنیا سے ہزارہا درجہ بلند ہے جس کا تصور ممکن نہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

اسی طرح خدا پرست کا مستقبل لامحدود زندگی پر قائم ہے۔ ایسا انسان [جو ہمیشہ کی زندگی کا خواہش مند اور متلاشی ہے] آخر وقت تک اپنی جدوجہد اور کوشش سے ہاتھ نہیں اٹھائے گا

اور نہ ہی ہمت ہارے گا۔

اگر کوئی انسان یہ خیال کرتا ہے کہ موت سے نہ تو امیدیں ختم ہوتی ہیں اور نہ ہی زندگی کے اعمال کا انجام ونتیجہ منقطع ہوتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے آخر لمحات تک اسی جوش وجذبے، تحرک و استقلال اور پامردی سے [جن سے اس نے اپنے کاموں کا آغاز کیا تھا] اپنے کام اور جدو جہد کو جاری رکھے گا اور اپنی زندگی کے آخری سانسوں تک خدا کے پسندیدہ اعمال و افعال سے خود کو آراستہ کرتا رہے گا۔

نماز میں یہ یاد کرنا کہ [مرنے کے بعد ہمیں اٹھانے والا، ہمیں ہمارے اعمال کی جزا دینے والا اور صاحب اختیار صرف خدا ہی ہے] نماز پڑھنے والے کی زندگی کو صحیح ڈگر پر لے جاتا ہے اور اس کے تمام امور کا رخ خدا کی طرف موڑ دیتا ہے چنانچہ وہ اپنے تمام امور کو خدا ہی کے لئے انجام دے گا اور اپنی پوری زندگی کو صرف خدا ہی کی راہ میں خرچ کرے گا اور ان تمام امور کے ذریعے سے اس کی یہ کوشش ہوگی کہ وہ کمالات حاصل کرے اور اس کی بشریت انسانیت کی معراج حاصل کرے اور یہی وہ راستہ ہے جس کو خداوند عالم نے انسانوں کے لئے پسند کیا ہے۔ دوسری جانب ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بیہودہ افکار سے انسان کا بھروسہ ختم ہوجائے گا، وہ بے بنیاد و بے حقیقت امیدوں سے اپنا دامن چھڑانے لگے گا اور اس کی خدا سے امید قوی ہوگی کہ خدا ہی سب کچھ دینے والا ہے اور اس طرح اپنے عمل پر اس کا بھروسہ بڑھ جائے گا۔

خدا عالم و عادل ہے

اس مادی زندگی میں فرسودہ نظریات، باطل نظام اور ناجائز راستے موجود ہیں کہ سست مزاج اور فرصت طلب لوگوں کے لئے ایسے انتظام ہیں کہ وہ دھوکے، ریا، جھوٹ، چال بازی،

فریب اور الٹی سیدھی باتیں کر کے اپنے لئے دنیا کا سامان حاصل کر لیتے ہیں لیکن یہ سب اسی دنیا تک محدود ہے کہ انسان بغیر عمل اور بغیر کوشش کے نتیجہ حاصل کر لے یا غاصبانہ طریقے سے اپنی پست خواہشات کی تکمیل کرلے لیکن نماز پڑھنے والے کو معلوم ہے کہ وہ دنیا کہ جس میں اس کے تمام اعمال وافعال پر سخت گرفت کرنے والا خدا عالم و عادل ہے جسے دھوکہ دینا اور اس کے نظام سے بچ نکلنا ناممکن ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ خدا کسی بھی بے عمل شخص کو ذرہ برابر فائدہ اور اجر دینے والا نہیں ہے۔

سورۂ حمد کے اس آدھے حصے میں اس پروردگار کی تعریف جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اس طرح اس میں بعض اہم صفات خدا کا ذکر ہوا ہے۔ اس سورے کے بقیہ حصے میں بندگی کا اظہار اور ہدایت کی طلب ہے اور اس بقیہ حصے میں بھی بعض اہم توجہات میں یعنی اسلام کی حقیقی آئیڈیالوجی کیا ہے؟ ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ

ہم فقط تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

غیر خدا کی بندگی سے انکار

ہمارا پورا وجود، ہماری جسمانی، روحانی اور فطری قوتیں سب خدا کے اختیار میں ہیں اور ہم ان قوتوں کو صرف اس کے حکم کے مطابق اور فقط اسی کی خوشنودی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

نماز پڑھنے والا یہ جملہ ادا کر کے اس چیز کو اپنے دل سے نکال دیتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے سر جھکائے گا [نہ دل کی طاقتوں کو غیر از خدا کے سامنے جھکائے گا] اور نا

ہی اپنے اعضاء وجوارح سے غیر خدا کی بندگی کرے گا اور اسی طریقے سے وہ ان سب کی زندگی کو رد کر دیتا ہے جو اس سے اپنی اطاعت کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

تاریخ میں ایسے لوگوں کا وجود ملتا ہے جو خود کو بشریت کی فلاح کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں مگر انہوں نے لوگوں کو مختلف طبقات میں بانٹ دیا۔ تاریخ میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں کہ بلند و بانگ دعوے کرنے والے اپنی اپنی رعایا اور قوموں کو اپنے ہی بنائے ہوئے نظاموں کی بندگی پر مجبور کرتے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے انہیں اسیر ومقید رکھتے تھے۔

ہم نماز میں یہی کہتے ہیں کہ ہم ان میں سے کسی کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ نماز پڑھنے والا یہ نہیں کہتا ہے کہ میں تیری عبادت کرتا ہوں بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ "**نعبد**" ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ ہم سب اور تمام مومنین صرف خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے والے اور صرف اسی کے احکام کی پابندی کرنے والے ہیں اور ہمارا درجہ اس سے بہت بلند ہے کہ ہم خدا کے نظام کے علاوہ کسی اور نظام کو قبول کریں یا غیر از خدا کی اطاعت کریں۔

تقدیر کے پابند ہیں جمادات و نباتات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

خلاصہ یہ کہ نماز پڑھنے والا یہ اعلان کر کے خدا کی بندگی کو قبول کرتا ہے اور انسانوں کی بندگی و اطاعت سے خود کو دور کرتا ہے اور اس طرح خود کو ان لوگوں کے راستے پر ڈال دیتا ہے جو خدا کے لئے کام کرنے والے ہیں اور حقیقتاً خود کو انہی میں سے قرار دیتا ہے۔

یہ اعتراف وقبول کرنا کہ بندگی صرف خدا اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہونی چاہیے نہ صرف اسلام کے اہم ترین بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول ہے بلکہ قوانین الٰہی کی بنیاد بھی اسی اصول پر ہے یعنی بندگی فقط خدا کے لئے ہو یعنی جسے الٰہ (معبود) ہونا چاہئے اور خدا کے علاوہ کوئی بھی عبادت و بندگی کے قابل نہیں ہے۔

باطل نظریہ

ایسے افراد کا وجود ہر زمانے میں رہا ہے کہ جنہوں نے اس نظریہ زندگی کو حقیقی معنوں میں درک نہیں کیا اور اس کے مطالب و مفاہیم کو غلط انداز سے سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے چند باتوں تک محدود کر دیا اور عملی زندگی میں اطاعت خدا کا مفہوم غلط سمجھتے ہوئے غیر خدا کی بندگی کرنے لگے۔

ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ عبادت خدا کے حقیقی معنی یہی ہیں کہ اس کو مقدس سمجھا جائے اور عبادت کے لئے اس کے سامنے سر جھکایا جائے لہٰذا انہوں نے خدا کی بارگاہ میں صرف نماز پڑھنے، دعا مانگنے اور سجدے کی ادائیگی کو ہی عبادت خدا گردانا اور اس بات سے مطمئن ہو گئے کہ ہم خدا کے علاوہ کسی اور کی بندگی نہیں کرتے کیونکہ بندگی تو فقط نماز، سجدے اور دعا کا نام ہے اور ہم سب کا بھی یہی حال ہے۔

ہمیں آگاہ ہونا چاہئے کہ عبادت و بندگی صرف نماز، اور دعا کا نام نہیں ہے بلکہ عبادت و بندگی کے معنی بہت زیادہ وسیع ہیں۔قرآن وحدیث کی اصطلاح میں عبادت و بندگی بلند پایاں معنی کی حامل ہے۔قرآن وحدیث کی اصطلاح میں عبادت کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور خدا کے فرمان کے علاوہ ہر کسی کے فرمان کو [خواہ وہ کسی کا بھی ہو، کوئی بھی قانون ونظام ہو، خواہ کسی کی بھی طرف سے ہو، کتنی ہی بڑی اور زبردست طاقت اس کی مالک کیوں نہ ہو یا جس کسی بھی طرف ہمیں دعوت دی جائے یا مجبور کیا جائے] ہم ماننے سے انکار کر دیں کہ ہم کسی کے قانون کو قبول کرنے والے نہیں ہیں بلکہ صرف خدا کے فرمان وقانون کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

اس بیان پر وہ تمام لوگ جو الٰہی نظام کے علاوہ لوگوں کے نظاموں کو قبول کریں اور

دوسروں کے جاری کردہ احکام وفرامین کے سامنے سر جھکا دیں ان نظاموں اور انسانوں کے بندے اور عبادت گزار کہلائیں گے۔ دوسروں کی عبادت کے ساتھ ساتھ اگر انہوں نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ خدا کی عبادت و بندگی کے لئے رکھ چھوڑا کہ انفرادی یا اجتماعی زندگی میں خدا کے قانون وفرمان پر عمل کریں گے تو ایسے بعض معاملات اور امور میں دوسروں کی بھی بندگی کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ اپنے تمام امور اور معاملات میں غیر از خدا کے مرتب کردہ اصول وقوانین کے مطابق عمل کرتے رہے اور خدا کی بندگی کی طرف ذرہ برابر توجہ نہ کی تو یہ کافر کہلائیں گے یعنی جنہوں نے خدا کی واضح اور اظہر من الشّمس حقیقتوں اور اس کی روشن نشانیوں کا بصارت قلبی سے مشاہدہ نہیں کیا اور نا ہی انہیں قبول کیا اور اپنی عملی اور اعتقادی زندگی میں اس کے انکاری رہے۔

اسلام کے اس نظریئے کے مطابق ہم با آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ خدا کی طرف سے نازل کردہ ادیان میں سب سے پہلے جس شعار کی طرف دعوت دی گئی اور جس بات سے روشناس کرایا گیا وہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ (نہیں ہے کوئی معبود سوائے خدا کے) کا اقرار کرو، لیکن اس کے کہنے کا مقصد کیا ہے اور اس کے ذریعے سے وہ کن باتوں کا خواہش مند ہے اور کس سمت رخ کروانا چاہتا ہے؟

حقیقت بندگی اسلامی مدارک اور قرآن وحدیث میں متواتر اور مسلسل آئی ہے اور روز روشن کی مانند عیاں ہے کہ غور وفکر کرنے والے اور بافہم وہوشمند افراد کے لئے ذرہ برابر شک و تردد نہیں ہے کہ خدا یہ چاہتا ہے کہ زندگی کے تمام امور میں صرف اسی کے احکام پر عمل کیا جائے۔ ہم یہاں نمونے کے طور پر قرآن سے دو آیات اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث نقل کررہے ہیں۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علما اور مقدس لوگوں کو اپنا رب بنالیا اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی جبکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ سب نہ کریں بلکہ اپنے معبود واحد کی عبادت کریں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے۔[۱]

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ

اور وہ لوگ جو طاغوت سے بچتے ہیں کہ اس کی بندگی کریں اور انہوں نے اپنا رخ (توجہ) اللہ کی طرف کیا ہوا ہے۔ انہی لوگوں کی لئے بشارت (خوشخبری) ہے۔[۲]

روى أبو بصير عن أبي عبد الله عليه السلام اَنَّهٗ قَالَ: اَنْتُمْ هُمْ، وَ مَنْ أَطَاعَ جَبَّاراً فَقَدْ عَبَدَهٗ.[۳]

ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: (حضرت کا یہ خطاب اپنے زمانے کے شیعوں سے تھا) تم ہی لوگ ہو کہ جنہوں نے اپنے آپ کو طاغوت کی عبادت سے الگ کرلیا اور جس کسی نے ظالم کی اطاعت کی پس اس نے اس ظالم کی بندگی کی۔

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۴﴾

اور فقط تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

---

[۱] سورۂ توبہ: ۳۱

[۲] سورۂ زمر: ۱۷

[۳] تفسیر نور الثقلین/ ج 4 / 481 / [سورة الزمر (39): الآيات 10 الى 31]..... ص: 481

جھوٹے خدا ہماری کیونکر امداد کر سکتے ہیں؟

وہ تمام لوگ جو خود ساختہ خدا ہیں اور لوگوں پر اپنی خدائی کا دعویٰ کرنے والے ہیں، ہمیں ان سے کوئی توقع نہیں ہے کہ وہ ہماری حمایت وامداد کرینگے۔یہی وہ لوگ ہیں جو خود کو احکام خدا کی اطاعت سے ہٹانے والے ہیں اور جب یہ خدا کی اطاعت اور اس کے راستے پر چلنے کو تیار ہی نہیں تو پھر یہ خدا کے بندوں اور اس کی راہ پر چلنے والوں کو کیونکر امداد کریں گے؟

خدا کا راستہ تو وہی ہے جسے خدا کے پیغمبروں نے لوگوں کو متعارف و روشناس کرایا ہے اور وہی راستہ ہے جو حق وعدالت کی طرف ہے تاکہ لوگوں میں بھائی چارہ اور دلبستگی قائم رہے، انسان کی قدر و قیمت کو سمجھا جائے، کسی کو کسی پر (بلا جواز) ترجیح وسبقت نہ دی جائے، کسی پر ظلم و ستم نہ ہو اور کسی کو چھوٹا یا بڑا نہ سمجھا جائے جبکہ اس نظام کے مدمقابل چند خود ساختہ خدا ہیں جو اپنی خدائی کے دعوے دار ہیں اور اپنی شرمناک زندگی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے اور ظلم وزیادتی سے دنیاوی فائدے حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اس بات کا بیڑا اٹھایا ہے کہ عدل وانصاف کے تمام سرچشموں کو ختم اور انسانوں کی بھلائی کے تمام قیمتی سرمایوں کو برباد کر دیں۔

جب ان خود ساختہ خداؤں کے یہ افکار ہیں تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ لوگ ایک خدا کی بندگی کرنے والوں کی حمایت ونصرت کریں!

یہ تو وہ لوگ ہیں جو بندگان خدا کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں بلکہ فائدے حاصل کرنے کے لئے کبھی ان سے صلح کرنے والے نہیں ہیں بلکہ لوٹ مار، ظلم کرنا اور بے امنی پھیلانا انہی کا شیوہ ہے۔پس ہم خدا ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اپنی عقل، فہم اور ارادے سے، [جو خدا نے ہمیں ودیعت کیے ہیں] اور ان تمام سامان واسباب سے [جو خداوند عالم نے ہمیں زندہ رہنے اور زندگی گزارنے کے لئے عطا کیے ہیں] فائدے اٹھاتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کی سنتیں

اورفطری قوانین جو تاریخ میں دہرائے گئے ہیں اگر ہم ان الٰہی نظاموں کو سمجھیں تو ہماری فکر اور ہمارا عمل خدا کے راستے پر چل پڑے گا اور اسی طرح خدا کی وہ تمام چیزیں جو خداوند عالم نے خلق کی ہیں، خدا کے سپاہی ہیں جو انسانوں کی مدد کرتے ہیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۙ﴿۵﴾

(خداوندا) ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما۔

ہدایت انسان کی سب سے بڑی حاجت

انسان کی سب سے بڑی حاجت ہدایت ہے کہ اس سے بڑھ کر انسان کی کوئی اور حاجت نہیں ہے اور اگر ہدایت سے اعلیٰ ترین کوئی اور حاجت ہوتی تو بے شک اسے سورۂ حمد میں بیان کیا جاتا۔ لیکن چونکہ سورۂ حمد قرآن کا دیباچہ ہے اور نماز کا اہم ترین رکن (جز) ہے لہٰذا ہدایت کو سورۃ الحمد میں بطور دعا ذکر کیا گیا ہے اور خدا سے اسے طلب کرنے خواہش کی جاتی ہے۔

ہمیں خیال کرنا چاہئے کہ یہ خدا ہی کی ہدایت ہے جس کی وجہ سے انسان کی عقل اور اس کا تجربہ اسے اس کے فائدے کے راستے یعنی سیدھے راستے پر لے جاتا ہے اگر خدا کی ہدایت نہ ہوتو ہماری عقل اور ہمارا تجربہ ہمیں ذرا برابر فائدہ نہیں پہنچائے گا بلکہ ہدایت سے دوری کے سبب یہی عقل اور اس کا تجربہ ایک چور کو چوری کے طریقے سکھاتا ہے اور ایک پاگل کے ہاتھ میں تلوار کی شکل اختیار کر لیتا ہے (کہ جس سے صرف تباہی کی امید کی جاسکتی ہے)۔

ہدایت کا حصول نجات کی علامت ہے

ہمیں دیکھنا چاہئے کہ انسان کے لئے کامیابی کی راہ (سیدھی راہ) کیا ہے؟ سیدھی راہ یا

کامیابی کی راہ انسان کے مزاج میں فطرت کا بنایا ہوا نظام ہے جس کی اساس و بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کی حاجات کیا ہیں؟ اس میں کیا کوتاہیاں ہیں اور اس میں عمل کرنے کے امکانات کتنے ہیں؟ ہم سیدھی راہ (صراط مستقیم) اس راہ کو کہیں گے جسے خدا کے پیغمبروں نے لوگوں کے لئے آشکار کیا ہے اور خود اس راستے پر سب سے پہلے اور سب سے آگے چلنے والے ہیں۔

ہدایت الٰہی کا راستہ وہ راستہ ہے کہ اگر عالم بشریت اس راستے پر گامزن ہوجائے تو یہ اس پانی کے مثل ہوگی جو ہموار زمین پر بالکل سیدھا اور آگے بڑھتا ہوا چلا جائے، خودبخود آگے اپنی منزل کی طرف بڑھتا رہے گا اور اگر انسان بھی ہدایت الٰہی سے بہرہ مند ہوجائے تو وہ بحر بیکراں کی طرح [جو اس کی بلندیوں اور عظمتوں کا بحر بیکراں ہے] آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ ہدایت الٰہی وہ نور ہے کہ اگر یہ ایک معاشرے کے افراد کے قلوب میں جاگزین ہوجائے اور وہ اس کے مطابق عمل کرنے لگیں اور وہ حقیقتاً ہدایت الٰہی کو پالیں تو پورا معاشرہ خوشحال ہوجائے گا، اس معاشرے کے تمام افراد خوش وخرم ہوں گے، ہر طرف امن وامان ہوگا، سب غلاموں سے آزاد ہوکر ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں گے اور ذمہ داری، محبت وخلوص اور بھائی چارگی ان کے دلوں میں گھر کرلے گی اور اگر پورا عالم بشریت حقیقی معنوں میں اس پروگرام پر عمل پیرا ہو تو وہ تمام بدبختیاں [جو ہمیشہ سے بشریت کے ساتھ چمٹی ہوئی ہیں] ہمیشہ کے لئے نابود ہوجائیں گی۔

لیکن یہ خوش قسمتی کا راستہ اور نجات دہندہ پروگرام کیا ہے؟ اس کاروبار حیات میں سب ہی نیکی کا دعویٰ کرنے والے ہیں اور اس عالم کا ہر گروہ دوسرے گروہ کو خطا واشتباہ کا پتلا قرار دیتا ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ان سب کو چھوڑ کر قرآن مجید کے افتتاحی سورے، سورۂ حمد کو دیکھیں کہ اس میں عالم بشریت کے لئے نجات دہندہ اور ہدایت کے راستے کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے نعمتیں نازل کیں

حقیقی نعمت

وہ کون لوگ ہیں کہ جن کے وجود مقدس کو خداوند عالم نے اپنی نعمتوں کے نزول کی جگہ قرار دیا ہے۔

اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ اس نعمت سے مراد مال و دولت اور مادی عیش و عشرت نہیں ہے بلکہ یہ نعمات تو ان لوگوں کو زیادہ ملتی رہی ہیں جو درندہ صفت، دشمنان خدا اور دشمنان مخلوق واقع ہوئے ہیں۔ اس نعمت سے مراد وہ نعمت ہے جو اس مادیت اور کھیل کود سے بالاتر ہے بلکہ وہ تو خدا کی لطف وعنایت اور ہدایت کی نعمت ہے۔ وہ نعمت جسے ہم طلب کرتے ہیں اور یہ ہے کہ انسان سمجھے کہ واقعاً اس کی قدر و قیمت کیا ہے اور انسان اپنی ذات کو پہچان کر اسے حاصل کرے۔

صاحبان نعمت کون ہیں؟

اس نعمت کو جن لوگوں نے حاصل کیا ہے، قرآن کریم میں ان کی معرفت کچھ اس انداز میں کرائی گئی ہے

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓـئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ ۚ [1]

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں

---

[1] سورۂ نساء:۶۹

گے جن پر اللہ نے نعمت نازل کی ہے جو نبیوں ،صدیقوں ،شہداء اور صالحین میں سے ہیں۔

پس نماز پڑھنے والا اس جملے میں خدا سے درخواست کرتا ہے کہ اے خدا تو ہمیں اس راستے پر چلا جو پیغمبروں ۔صدیقوں (سچوں) ۔شہیدوں اور صالحین (نیک لوگوں) کا راستہ ہے۔خداوندا تو ہمیں ان کے راستے کی ہدایت فرما۔

ان لوگوں کا راستہ تاریخ میں بہت واضح اور روشن رہا ہے اوراس کے مقاصد اوراہداف بھی معین تھے جبکہ اس راستے کے مسافر ہر زمانے میں معروف رہے ہیں جبکہ اس راستے کے مد مقابل کچھ دوسرے خطوط اور راستے کارفرما رہے ہیں لہٰذا نماز پڑھنے والا اس باطل راستے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اوراس کے مسافروں کی طرف بھی اور خود کو ہوشیار کرتا ہے کہ تو ہرگز اس راستے پر قدم نہیں رکھے گا اور نہ ہی اس سمت حرکت کرے گا۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ

(وہ لوگ کہ) نہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔

خدا کا غضب کن پر نازل ہوا؟

وہ کون لوگ ہیں جن کے وجود کو خدا نے اپنے غضب کی منزل قرار دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے راستے کو چھوڑ کر دوسروں کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کی کثیر مخلوق کو۔ جو بے خبر اور بے ارادہ تھی۔اپنے ساتھ گمراہی کی سمت چلایا اگر وہ مخلوق باخبر اور باارادہ تھی تو ان کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، وہ اسیر تھے اور غضب خدا کے حقدار ان کو اپنے ساتھ چلاتے تھے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انسانوں کے تمام امورزندگی کواپنی طاقت وقوت یا دھوکے، فریب اورمختلف حیلہ سازی سے اپنی گرفت میں لیا ہوا تھااور خدا کی مخلوق کے بے اختیار، اپنے مذموم اورگھناؤنے مقاصد کی تکمیل کے لئے آلہ کاراوراپنے پیچھے پیچھے چلنے والا مستضعف [ایسا کمزور جسے بولنے، احتجاج کرنے اوراپنی غلامی کی راہ سے انحراف کرنے کا کوئی حق نہ ہو] بنالیا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انسانوں کو بے وقوف بنا کرخودکوان پر مسلط کردیا اوراپنی گندی عیش وعشرت اور پست خواہشات کی تکمیل کے لئے ان انسانوں سے فائدہ اٹھایا۔

دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا غضب جن لوگوں پر آنے والا ہے، وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے راہ شیطان وراہ باطل کواپنی جہالت وبے خبری سے اختیارنہیں کیا بلکہ بغض وعناد، دشمنی، خود پرستی اوراپنے مذموم مقاصدکوحاصل کرنے کے لئے انہوں نے راہ باطل کو اپنے لئے منتخب کیااورلوگوں کی تکلیف وپریشانی کاباعث بنے۔

تاریخ کی واضح حقیقت

یہ ہمیشہ کی ایک واضح حقیقت ہے کہ یہ گروہ جس پر خدا کا غضب نازل ہوا ہمیشہ دنیا میں لوگوں کے درمیان طاقت وقدرت کا مالک رہاہےاوراسی لئے دین نے ان کے وجودکو ہمیشہ باطل قرار دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ دین نے جب بھی کسی کام کا آغاز کیا تو انہی کے خلاف اقدامات سے اس کی ابتدا کی اور جوبھی قدم اٹھایا انہی کے مقابلے میں اٹھایا۔ ان دو گروہوں [یعنی گروہ ہدایت یافتہ اورگروہ غضب خدا] کےعلاوہ ایک تیسرا گروہ اوربھی ہےاوراسی آیت کا اگلا جملہ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

وَلَا الضَّآلِّيْنَ.

اورنہ ہی وہ گمراہ ہوئے ہیں۔

گمراہوں اور بے وقوفوں کا راستہ

وہ لوگ جو اپنی بے خبری اور ناواقفیت کی بنا پر گمراہ کرنے والے رہبروں اور پیشواؤں کی اتباع و پیروی سے اس راستے پر چلنے لگے جو خدا کا راستہ نہیں تھا، وہ حقیقت سے بہت دور تھے جبکہ وہ گمان کرتے تھے کہ حقیقتاً وہ درست راستے پر کامیابی کی سمت گامزن ہیں لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ غلط راستے پر تباہی کی جانب قدم بڑھا رہے تھے کہ جس کا انجام بہت تلخ تھا۔

ہم اس گروہ کو [جو گمراہوں کے راستے پر گامزن تھا] تاریخ میں بہت واضح دیکھتے ہیں۔ یہ تمام لوگ جو زمانہ جاہلیت میں اپنے رہبروں اور پیشواؤں کی خواہشات اور ارادوں کے پیچھے پیچھے آنکھ بند کر کے اور سر کو جھکا کر چلتے رہے اور اپنے گمراہ رہبران کو فائدہ پہنچاتے رہے اور دوسری طرف حق و عدالت کے علم برداروں، منادیوں، انسانیت کے خیر خواہوں یعنی خدائی پیغام لانے والوں کی مخالفت کرتے رہے۔

یہ جاہل طبقہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کے لئے آمادہ نہیں تھا کہ وہ اپنے بارے میں سوچے اور اپنی احمقانہ زندگی پر نظر ڈالے اور اس کے بارے میں فکر کرے۔ ہم ان لوگوں کی زندگی کو احمقانہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کی زندگی کا فائدہ صرف اونچے طبقے کے لوگوں کو پہنچا ہے جبکہ نقصان صرف انہی بے وقوف لوگوں کا مقصد بنا۔

اس کے برعکس پیغمبروں کی دعوت اس لحاظ سے تھی کہ وہ انسانیت کو گمراہ کرنے والوں کی بنیادوں کو اکھیڑ دیں اور ان کے وجود کو صفحہ ہستی سے ختم کر دیں جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور ان تمام اقدامات سے انبیاء کی یہ خواہش تھی کہ وہ "**مغضوب علیھم**" کو ختم کر دیں جس کا فائدہ بہرحال اس محروم اور مستضعف (کمزور طبقے کو ہی پہنچے گا جس کو تاریخ میں ہمیشہ بے وقوف بنایا گیا۔)

نمازی اس طرح گمراہوں اور ان لوگوں کے راستے پر [جن پر خدا کا غضب نازل ہوا] توجہ کر کے غور کرتا ہے کہ وہ کون سا راستہ ہے جس پر ہمیں قدم بڑھانا چاہئے اور وہ نجات بخش طریقہ کیا ہے جسے انسانیت کے نجات دہندہ پیغمبروں نے بیان کیا؟ اس مقام پر نمازی اگر اپنی زندگی میں محسوس کرے کہ وہ ہدایت پا رہا ہے یا وہ اپنے قدموں کو سیدھے راستے پر اٹھتا دیکھے تو وہ نیکی کی توجہ اور میلانات اور ہدایت کے لئے اس نعمت عظیم پر شکر کرے اور خدا کی تعریف یوں بیان کرے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①

ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے۔

سورۂ حمد قرآن کا آغاز تھی یعنی فاتحۃ الکتاب

قرآن کا ابتدائیہ سورۂ حمد

اجمالي جائزہ

یہ قرآن کا دیباچہ (ابتدائیہ) ہے اسی طرح جیسے ہر کتاب کا ایک دیباچہ (ابتدائیہ) ہوتا ہے جس میں اجمالی طور پر اس کتاب کی تمام باتوں کو بیان کیا جاتا ہے اسی طرح نماز اسلام کے تمام احکامات کا خلاصہ اور مختصر سا خاکہ ہے۔ نماز میں اسلامی آئیڈیالوجی کے تمام پہلو نمایاں طور پر موجود ہیں اور اس بارے میں ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی طرح سورۂ حمد بھی قرآن کے معارف اور اس کے خطوط کی اجمالی فہرست ہے یعنی قرآن نے جن جن باتوں اور پہلوؤں کی جانب ہماری توجہ مبذول کرائی ہے اور جن راستوں پر قدم اٹھانے سے اجتناب کا حکم دیا ہے ان سب کا خلاصہ سورۂ حمد میں ہے چنانچہ:

تمام لوگ اور تمام عالمین سب ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور سب خدا کی طرف

رخ کیے ہوئے ہیں یعنی

رب العالمین

کائنات کی تمام چیزوں اور تمام اشخاص پر خدا کی محبت ومہربانی کا نزول ہے اور جو اہل ایمان ہیں وہ خدا کی رحمت ولطف کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں یعنی

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲

انسان کی زندگی اس دنیا کے خاتمے کے بعد اس آنے والی آخرت کی زندگی میں ہمیشہ باقی رہنے والی ہے جس کا مالک "حاکم مطلق" ہے یعنی

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳

انسان کو چاہئے کہ وہ خود کو غیر خدا کی بندگی سے آزاد کرے اور خدائی نظام کے مطابق انسانی راستے پر انسانی عظمتوں کے حصول کے لئے آزادانہ اور بااختیار زندگی بسر کرے یعنی

اِيَّاكَ نَعْبُدُ

انسان کو یہ بھی چاہئے کہ وہ اپنی سعادت وخوش بختی اور زندگی کے سیدھے راستے کو خدا سے ہی طلب کرے یعنی

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵

انسان کو یہ بھی چاہئے کہ وہ سمجھے کہ دشمن کون ہے اور دوست کون؟ ہر ایک کے لئے کیا موقع ہے اور ہر ایک کے لئے کیا اغراض ومقاصد ہیں اور ان دونوں طبقوں اور ان کی عاقبت و آخرت کو دیکھ کر خود اپنے لئے شاندار، بہترین اور کامیابی کا راستہ منتخب کرے یعنی

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

سورۂ توحید

ہم نے پند و نصیحت سے بھرپور سورۂ حمد ختم کی جس میں حکمت و معرفت اور قرآن کے تمام خزانے موجود ہیں۔ سورۂ حمد کے اختتام پر نمازی کو چاہئے کہ وہ اس کے بعد قرآن سے ایک مکمل سورے کی تلاوت کرے۔ قرآن سے سورے کو پڑھنے کا فعل آزادانہ ہو اور سورے کو بھی اپنی پسند سے منتخب کیا جائے کیونکہ اس طرح قرآن کی یاد نماز کے دل میں زندہ ہو جاتی ہے یعنی معارف اسلامی کا ایک نیا سلسلہ اس کے سامنے روشن ہو جاتا ہے۔

نماز میں قرآن کی تلاوت کا فریضہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی حدیث میں فضل بن شاذان سے فرمایا ہے جو کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کی تلاوت نماز میں اس لئے ضروری قرار دی گئی ہے کہ لوگ قرآن کو ترک نہ کر دیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ قرآن کو سمجھنا ہی چھوڑ دیں اور اس لحاظ سے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ انسان کے ذہن و خیالات میں قرآن حاضر رہے۔ ہم اس سلسلے میں سورۂ توحید (سورۂ اخلاص) اور اس کے ترجمے کو جس کی عموماً نماز میں تلاوت کی جاتی ہے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(ابتدا ہے) خدائے رحمان و رحیم کے نام سے

قُلۡ......

کہو (اے پیغمبر)

اے پیغمبر! تم خود بھی جانو اور دوسروں تک بھی یہی پیغام پہنچاؤ کہ

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ......

وہ خدا یکتا ہے۔

خدا کے واحد ہونے کی دلیل

نظام کائنات میں ہم آہنگی اور نظم خدا کے واحد ہونے کی دلیل ہے۔

خدائے حقیقی و لاشریک ان خداؤں کے مثل نہیں ہے جو دوسرے مذاہب، پرانے اور خرافات سے پر عقائد میں خراب تھے بلکہ خدا تو ایسا ہے نہیں کہ کوئی اس کا شریک یا ساتھی بنے یا کوئی اس کی اولاد ہو۔ پس اس بیان سے سمجھنا چاہئے کہ کائنات کی تخلیق کا میدان خداؤں کے جھگڑے کا اکھاڑا نہیں ہے بلکہ کائنات کے تمام قوانین اور تمام نظاموں کو ایک ارادے اور ایک قدرت سے تربیت دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کائنات کی تخلیق میں ہم آہنگی، ربط و تعلق اور نظم پایا جاتا ہے۔

تمام مرتب شدہ قوانین، تمام تبدیلیاں اور تمام حرکتیں جو طبعی لحاظ سے دنیا میں رونما ہوتی ہیں سب ایک راستے پر جاری وساری ہیں اور ان کا رخ اور ان کی منزل ایک ہی ہے۔ ان کے درمیان صرف انسان ہی ہے جسے یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ خود اپنے لئے فیصلہ کرے اور خدا کے عظیم نظام سے منہ موڑ کر تباہی و بربادی کے راستے کو اپنا لے، نیا طریقہ اور سنت ایجاد کرے، خود قوانین مرتب کرے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرے یا پھر احکام خدا کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور خدا کے واضح کردہ بیّن اصولوں اور منفعت بخش قوانین پر اپنی زندگی استوار کرے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ

خدا بے نیاز ہے

خدا کسی کا محتاج نہیں

وہ خدا کہ جس کے سامنے سر جھکایا جاتا ہے، جس کی تعظیم کی جاتی ہے اور جس کی عبادت کے لئے اس کی بارگاہ میں کھڑا ہوا جاتا ہے، ان خیالی خداؤں کے مثل نہیں ہے جنہیں اپنی پیدائش اور زندگی کی بقاء کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت ہو، کوئی ان کی نگہداشت ونگرانی کرے یا وہ کسی کی ہم کاری کے محتاج ہوں۔ دوسروں کا محتاج خدا اس قابل نہیں ہے کہ کوئی اس کی عزت و تعظیم کرے۔ اگر خدا دوسروں کا محتاج ہے تو وہ یا ایک انسان ہوگا یا اس سے بالاتر لیکن ہم اسے خدا نہیں کہہ سکتے۔

انسانی وجود بہت عظیم، اس کی زندگی بہت پر معنی اور گہرائیوں والی ہے چنانچہ وہ کسی کی عظمت کا احساس، اس کی بندگی اور تعریف اسی وقت کرے گا جب وہ یہ دیکھے گا کہ وہ (خدا) ایسی قدرت کا مالک ہے جس میں دوسروں کی محتاجی شامل نہیں۔ وہ ہر ایک سے بے نیاز ہے اور اس کا وجود، اس کی طاقت اور اس کی بقا کا انحصار اس کی اپنی قدرت پر ہے۔

لَمْ يَلِدْ......

اس نے کسی کو پیدا نہیں کیا

ہمارے اور خدا کے درمیان بندگی اور ربوبیت کا رشتہ ہے

ہمارا خدا ایسا نہیں ہے جیسا کہ لوگوں نے اپنے فضول خیالات میں تراشا ہوا ہے اور جسے تحریف شدہ مذاہب اور شرک آمیز عقائد میں بیان کیا گیا ہے۔

وہ خدائی خیال جو عیسائیوں اور مشرکوں نے تخلیق کیا ہے یعنی جس خدا کا بیٹا یا کئی بیٹے ہوں، ہم ایسے خدا کو قبول نہیں کرتے بلکہ ہم تو اس خدا کو ماننے والے ہیں کہ جس نے کائنات کی تمام چیزوں اور تمام انسانوں کو اپنی قدرت وارادے سے وجود کی نعمت دی ہے لیکن وہ ان سب کا باپ نہیں ہے بلکہ ان کا خالق ہے اور اس لحاظ سے آسمانوں اور زمین میں زندگی بسر کرنے والے تمام جمادات، نباتات، حیوانات، انسان اور تمام چیزیں سب اس کے بندے ہیں نہ کہ اس کے بیٹے یا اولاد، سب اس کے نظام قدرت کے تابع اور اس کی رحمت کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے والے ہیں اور یہی بندگی اور ربوبیت کا رشتہ اس نے انسان اور اپنے درمیان قائم کیا ہے جس کی وجہ سے خدا کے حقیقی بندے صرف خدا ہی کی بندگی کرتے ہیں اور اس کے علاوہ تمام بندگیوں سے خود کو آزاد قرار دیتے ہیں کہ زندگی میں صرف ایک ہی خدا کی اطاعت ہوسکتی ہے نا کہ دو خداؤں کی۔

خدا کی حقیقی بندگی کرنے والوں کے خلاف ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو ان تمام حقائق اور عظمتوں کا نہ صرف انکاری ہے بلکہ مخالف بھی ہے۔ اس طبقے کا کہنا ہے کہ تمہارا خدا ایک مہربان باپ ہے۔ یہ طبقہ انسانوں کو خدا کا بیٹا قرار دیتا ہے کیونکہ یہ طبقہ بندگی اور ربوبیت (یعنی تربیت کرنے) کے رشتے کو خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان نامناسب خیال کرتا ہے اور نا ہی انسانی عظمت اور اس کی کرامت و بزرگی کے لحاظ سے خدا کی بندگی کو درست شمار کرتا ہے اور اس مقدس رشتے کو ختم کر کے انسانوں کے لئے غیر خدا کی بندگی کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ یہ لوگ دوسروں کے مرتب کردہ نظاموں کے مطابق زندگی گزارنے اور ان کی بندگی کرنے کو ہی حق وحقیقت کا نام دیتے ہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے (دنیا کے) بے شرف و بے حقیقت خداؤں کی پرستش شروع کر رکھی ہے۔ ایسے لوگ خود اس امر کا سبب بنتے ہیں کہ لوگ خدا کی بندگی کے بجائے دوسروں کی غلامی کریں اور وہ خود بھی غلاموں کے مانند دوسروں کے آلہ کار بن کر اپنی زندگی کو

بربادی، ہلاکت اور تباہی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔

وَلَمْ يُوْلَدْ

اور نا ہی اس کو کسی نے پیدا کیا

اس کا وجود کسی سے نہیں ہے

وہ کبھی پیدا نہیں ہوا اور نا ہی اس کے ساتھ ایسا ہے کہ وہ نہیں تھا اور نا ہی اس کے ساتھ ایسا معاملہ رہا کہ ایک دن ایسا آیا کہ اس نے دنیا کی زندگی کو حاصل کیا، کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا۔ نا ہی کوئی ایسی فکر، نظام اور طبقہ تھا اور نا ہی کوئی شکل انسانوں میں ایسی تھی کہ وہ اس شکل سے خدا بن گیا ہو بلکہ وہ تو عظیم اور بالاترین ہستی ہے۔ ایسی حقیقت کہ جسے زوال نہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.

اور کوئی ایک بھی اس کا کفو اور ہمسر نہیں۔

کائنات کا کوئی وجود اس کی برابری کی اہلیت نہیں رکھتا

ایسا ناممکن ہے کہ ہم کسی بے حقیقت اور محتاج کو خدا بنالیں اور اسی طرح ہمارے لئے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہم کسی کو اس کا ہمسر و ہم پایہ قرار دیں اور نا ہی ہم خدا کے زیر اثر علاقوں اور اس کے احکامات کے بارے میں [جس میں تمام کائنات اور تمام جہان شامل ہیں] یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی دوسرے کے درمیان تقسیم ہو گئے ہیں اور نا ہی یہ ہو سکتا ہے کہ ہم کائنات کے ایک رخ اور انسانی زندگی کے ایک پہلو کو خدا کی طرف سے خیال کریں اور کائنات کے دوسرے رخ

اورانسانی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کوغیر خدا سے وابستہ کردیں۔

غیرخداکون؟

وہ سب جن کوخدا مانا جاتا ہے جاندار ہوں یا بے جان یا پھر اپنی ربوبیت وقدرت کا دعویٰ کرنے والے المختصر ہم ان میں سے کسی کو بھی خدائے حقیقی کے برابر درجہ دینے والے نہیں ہیں۔

خدا کی وحدانیت کا روشن مینارہ......سورۂ توحید

یہ سورہ [جیسا کہ نام سے ظاہر ہے] حقیقتاً خدا کی وحدانیت اور کائنات میں اس کے واحد و یکتا ہونے کی طرف متوجہ کرتا ہے جبکہ دوسری طرف اسی توحید کی جانب قرآن مجید میں بار بار مختلف پیرایوں سے ہمیں متوجہ کیا گیا ہے اور قرآن کی سینکڑوں آیات میں قسم قسم کے بیانات سے اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اس کائنات کا مالک ایک ہے۔ تمام باطل عقائد کو [جن میں شرک شامل تھا] اس سورے میں بہت واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تمام الوہیت (خدائی) کے دعوے بے بنیاد اور باطل ہیں۔

یہ سورہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام جہان والوں کو اس خدا کی [جو اسلام کی نظر میں قابل پرستش اور قابل تعریف ہے] معرفت کرا رہا ہے کہ وہ خدا جو اکیلا نہ ہو، ایک نہ ہو، وہ خدا کہ جس کی سینکڑوں بلکہ ہزاروں شبیہ مخلوقات میں بن سکتی ہیں، اس قابل نہیں کہ وہ ہمارا رب اور معبود ہو۔ قدرت والی چیزیں اور صاحبان قدرت جو اپنے وجود اور اپنی زندگی کی بقا کے لئے دوسروں کے محتاج ہیں، خدا کیسے ہو سکتے ہیں اور جو خود اپنی زندگی میں دوسروں کا محتاج ہو وہ دوسروں کی

مشکل کشائی ، دستگیری اور امداد کیونکر کرسکتا ہے؟ لہٰذا ایسے افراد کو بشریت کا معبود قرار دینا عقلاً نامناسب ہے۔

چنانچہ ایسے افراد جو جھوٹے خداؤں کے سامنے [جو خود اپنے وجود کی بقا کے لئے دوسروں کے محتاج ہیں، جو پہلے نہیں تھے اور ان کو بعد میں پیدا کیا گیا اور جن کے وجود کے لئے زوال وفنا لازمی ہے] ان کی عظمت کے لئے جھکتے ہیں انہوں نے حقیقتاً اپنی انسانی عظمت کو پامال کیا ہے اور اپنی ذات اور انسانیت کو پستی کی جانب دھکیل دیا ہے لہٰذا سورۂ توحید کا ایک مثبت پہلو یہ بھی ہے کہ حقیقتاً اس خدا کے وجود سے کیا جلوہ ظاہر ہوتا ہے، ہمارے معبود اور کائنات کو پالنے والے کی کیا پہچان اور کیا خصوصیات ہیں؟ ان تمام باتوں کو اس سورے میں بیان کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ تاریخ میں جتنے جھوٹے اور خودساختہ خدا گزرے ہیں ان کی بیکاری اور بے ثباتی کو بھی اس سورے میں بیان کیا گیا ہے۔

خدا کی منع کردہ حدود سے تجاوز مت کرو

دوسری جانب یہ سورہ خدا پرستوں اور اسلام قبول کرنے والوں کو ہوشیار کر رہا ہے کہ خدا کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ کافی ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عقلی پیچیدگیوں اور دل میں شبہ اور وسوسہ پیدا کرنے والی چیزوں میں دلچسپی لے کر اپنے خیالات کو خراب مت کرو۔

اس مختصر بیان سے ہماری توجہ اس طرف بھی ہوتی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے والوں میں تقدیس کا کوئی وجود نہیں ہوتا اور نا ہی ان میں ہماری ربوبیت کی قدرت ہے لہٰذا انہیں اپنے ذہن سے نکال کر ہمیں چاہئے کہ اس مختصر بیان میں خدائے واحد کی طرف متوجہ ہوں اور اسے یاد

کریں نہ کہ فلسفے کی گہرائی کی باتوں میں اپنے آپ کو غرق کردیں اور ذہنی الجھنوں میں خود کو گرفتار کرلیں بلکہ ہمیں تو یہ چاہئے کہ سورۂ توحید میں بیان کردہ عقیدے کے مطابق آگے بڑھیں، اس توحید کے ساتھ کام کریں اوراس کے مطابق اپنے ذہنوں کو آگے بڑھائیں۔حضرت امام زین العابدین سے وارد شدہ ایک حدیث میں ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کو یہ معلوم تھا کہ تاریخ کے آئندہ زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو گہری فکر کے حامل ہوں گے اسی وجہ سے خدا نے سورۂ توحیداور سورۂ حدید سے چندآیات "علیم بذات الصدور" تک نازل کیں تا کہ انسانوں کو پتہ چل جائے کہ خدا کی ذات وصفات کے بارے میں کس حدتک ان کو تحقیق کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور جو شخص خدا کی اس سورۂ توحیداور سورۂ حدید میں بیان کردہ حدود سے زیادہ باتوں کی گہرائی میں جانے کی کوشش کرے گا سوائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالے گا، کوئی اور نتیجہ نہیں نکلے گا۔

گویا سورۂ توحید نماز سے یہ کہتا ہے کہ خدا کا نظام (قدرت) ایک ہی ہے وہ واحد، عالیشان اور سب سے برتر ہے، وہ خود غنی اور بے نیاز ہے، کسی کا محتاج نہیں ہے، نا ہی اس نے کسی کو پیدا کیا ہے اور نا ہی اس نے کسی سے وجود حاصل کیا ہے۔اس جیسا ہم میں کوئی نہیں اور نا ہی پوری کائنات میں اس جیسا کوئی کام کرنے والا ہے۔خدا کا عالم وبصیر ہونا، اس کی رحمت اور اس کی دوسری صفات کہ جن کا جاننا اور پہچاننا ایک مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے جو اس کی زندگی کو شکل کو مقرر کرنے اور اسکی روح کے عروج و کمال کے لئے موثر ترین ہے، کو قرآن کی دوسری آیات میں بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا جو کچھ سورۂ توحید میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ خدا کی ذات کہ گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے اور نا ہی زیادہ گہرائی جسے خدا کی کیفیات کو سمجھنے کی ضرورت ہے (صرف اتنی ہی جتنی خدا نے اجازت دی ہے)۔خدا کی صفات قرآن میں پھیلی ہوئی ہیں کہ اگر تم ان کے مطابق زندگی میں خدا کے لئے کام کرو گے تو عمل کی منزل میں باقی

معرفتیں تمہاری سمجھ میں آتی چلی جائیں گی۔اس فکر میں مت پڑو کہ زیادہ بحث کرنے اور زیادہ گہرے خیالات کی طرف دلچسپی رکھنے سے تم خدا کی معرفت زیادہ حاصل کر سکتے ہو بلکہ تمہارا فریضہ تو یہ ہے کہ معرفت خدا کے حصول کے لئے اپنے دل و نفس کو صاف اور روحانیت کے حصول کی کوشش کرو تاکہ باطن میں خدا کی طرف توجہ اور تعلق زیادہ ہو اور جب تم عمل کی منزل میں آگے بڑھو گے تو معرفت کی تمام باتیں تمہیں خود معلوم ہو جائیں گی چنانچہ دنیا میں جتنے پیغمبر اور صدیقین تھے،ان سب کا اور توحید کے ماننے والوں اور عارفوں کا یہی حال تھا کہ خدا کی معرفت کے ساتھ انہوں نے آگے قدم بڑھائے۔

تسبیحات اربعہ

قبل اس کے کہ ہم رکوع اور سجدے کے ذکر اور ان کے ترجمے کی طرف توجہ دیں، نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں قیام کی حالت میں بار بار پڑھے جانے والے ذکر کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چار جملے دراصل چار ذکر ہیں جو خداوند عالم کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں۔

سُبۡحَانَ اللّٰہِ

خدا (تمام) عیوب سے پاک ہے۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ

تعریف صرف خدا کے لئے ہے۔

وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے،

وَ اللّٰہُ اَکۡبَرُ

خدا بزرگ ترین ہے۔

جب انسان ان چار حقائق سے آگاہی حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کے بارے میں ایک حقیقی کیفیت حاصل کرتا ہے اور خدا کی طرف کامل توجہ کرتا ہے۔ یہ چاروں صفات جو اوپر بیان کی گئی ہیں وہ انسان کو عقیدہ توحید کی ایک کیفیت کی طرف متوجہ کرتی ہیں اور انسان پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔

الفاظ نماز کا پڑھنا خدائی صفات کی طرف توجہ دلاتا ہے

ان جملوں کو بار بار پڑھنا صرف اس لئے نہیں ہے کہ ہم صرف ذہنی طور پر خدا کی معرفت حاصل کرلیں، خدا کے بارے میں باخبر ہوجائیں اور خدا کے وجود کے بارے میں اطلاعات ہمارے ذہن کی معلومات میں اضافہ کردیں بلکہ خدا کی صفات وخصوصیات کو جاننے اوران کواپنی زبان سے ادا کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان صفات کی وجہ سے انسان میں عمل کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے، انہی صفات کی وجہ سے انسان اپنی ذمہ داری ومسوٴلیت، اس کی اہمیت اور دنیا میں اپنے فریضے کی ادائیگی کا خیال کرتا ہے اور خدائی صفات کی جو معرفت اس نے حاصل کی ہے، اس کے نتیجے میں اپنے آپ کو بیکار اور خدائی قوانین سے آزاد خیال نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے کندھوں پر (الٰہی و انسانی) ذمہ داریوں کے کوہ گراں کو اٹھانے کو تیار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ ان بیانات کی روشنی میں ہم مجموعی طور سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے تمام عقائد کو ذہن میں (قید) نہیں ہونا چاہئے بلکہ انہیں انسانی زندگی میں عملی اور انسان کے اعمال و حرکات کو اسلامی عقائد کا مظہر ہونا چاہئے۔

یہ عقائد صرف ہمارے ذہن کی خوشی وتسکین کے لئے بیان نہیں کئے گئے ہیں بلکہ وہ اس لئے بیان کئے گئے ہیں کہ خدا کی صفات انسانوں کی زندگی سے کیا تعلق وعلاقہ رکھتی ہیں اور وہ ان کی زندگی سے کس چیز کی طلبگار ہیں؟ خدا کی صفات کو اس لئے بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں کو ان کی کامیاب زندگی کا نقشہ بنا کر پیش کریں اور انہیں متوجہ کریں کہ ایک فرد کا عمل کیسا ہونا چاہئے اور اسی طرح ایک معاشرے کا طرز عمل کیسا ہو؟ چنانچہ انہی عملی اثرات کی وجہ سے اسلام نے ان حقائق کو انسانوں سے متعارف کرایا ہے۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ اسلام کے تمام عقائد معنوی لحاظ سے ایک واقعیت و حقیقت کو بیان کرتے ہیں لیکن صرف ان چند عقیدوں کو اسلام میں ضروری قرار دیا گیا ہے جن پر اعتقاد وایمان رکھنا ہر شخص پر لازم ہے اور جب انسان ان کو قبول کرتا ہے اوران پر عمل کی پابندی کو اپنے لئے ضروری سمجھتا ہے تو اس میں احساس ذمہ داری پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس کائنات میں میرا بھی کوئی فریضہ ہے۔ مجھے بھی کچھ کام ہیں اور ذمہ داریوں کے بوجھ سے میرے کندھے خالی نہیں ہیں۔

عقیدۂ توحید انسان کو اسکی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

خدا کے وجود میں ہمارا عقیدہ اس قسم کا ہے کہ خدا کے ہونے اور نا ہونے کے بارے میں اعتقاد رکھنا دونوں انسان کی زندگی اور عمل پر مختلف اثرات مرتب کرتا ہے۔ ایک شخص یا ایک معاشرے کی [جو حقیقی معنی میں خدا کے وجود کا اعتقادی ہے] زندگی کی شکل اور طور طریقہ اور قسم کا ہوگا اور وہ فرد یا معاشرہ جو خدا کے وجود کا انکاری ہے، اس کی زندگی کی شکل بھی اور ہی قسم کی ہوگی۔

اگر انسان اس بات کا معتقد ہو کہ اسے اور پوری کائنات کو پیدا کرنے والی ہستی صاحب قدرت وارادہ ہے اور اسی نے ہمیں حکمت وشعور سے نوازا ہے تو وہ یہ خیال کرے گا کہ میری زندگی کا بھی ایک مقصد ہے، میری زندگی کا ایک مخصوص راستہ ہے جس پر مجھے چلنا ہے اور اپنی منزل تک پہنچنا ہے جو کہ مجھے حد درجے محبوب ہونی چاہئے اور اس طرح وہ دل سے یہ بھی قبول کرتا ہے کہ اسے اپنے مقصد ومنزل تک پہنچنے کے لئے ایک راستہ اور نقشہ تیار کیا گیا ہے کہ میں اس کے مطابق عمل کروں اور یہی احساس ذمہ داری اور احساس ادائیگی فریضہ اس میں کام

کرنے کی طرف رغبت پیدا کرتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں کی تلاش پر آمادہ کرتا ہے۔ اس عقیدے کی وجہ سے انسان میں آگے بڑھنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے اور وہ عظیم ذمہ داریوں کے کوہ گراں کو اپنے کاندھوں پر اٹھانے کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور پھر ان سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ان کاموں کی انجام دہی میں راضی رہتا ہے اور خوشی کا احساس کرتا ہے۔تمام اصول دین انسان کے راہ کمال کو اس کے سامنے واضح کرتے ہیں

یہی صورتحال قیامت (معاد) کے عقیدے کی ہے جو انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے اور اسی طرح نبوت و امامت کا عقیدہ ذمہ داری اور فریضے کو انسان کے دوش پر مقرر کرتا ہے، اس کی زندگی کے راستے کو واضح کرنے ، زندگی کے پروگرام کو تعیین کرنے اور زندگی کی سمت کو مشخص کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کو دوسروں کی زندگی سے ممتاز بناتا ہے۔

غلط مشاہدہ

اگر ہم اس بات کا مشاہدہ کریں جو زندگی آج ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں ، اس میں اسلام کے اصول وقوانین کے پیروکاروں اور معتقد لوگوں کی زندگی ان لوگوں کی زندگی کے ہم رنگ اور یکساں ہے جو نا صرف اسلامی اصول وقوانین سے بے خبر ہیں بلکہ ان پر اعتقاد کے انکاری بھی ہیں یعنی اسلامی اور غیر اسلامی لوگ جو اس دنیا میں ایک جیسی زندگی گزارر ہے ہیں اس کی بنیادی وجہ اور اولین سبب یہی ہے کہ توحید کا اعتقاد رکھنے والوں کی اطلاعات درست نہیں ہیں اور نا ہی انہوں نے درست سمت میں آگاہی حاصل کی ہے یا اگر اعتقاد سے آگاہ و باخبر ہیں بھی تو نہ ان کے ایمان نے ان کے دل پر اثر کیا ہے اور نا ہی اسلامی عقائد کو انہوں نے دل سے قبول کیا

ہے لہذا زندگی کے بہت سے حساس مواقع پر [جہاں انسان کے دل کی توجہات ہوتی ہیں] غور کیا جائے تو وہ لوگ جو حقیقت میں ان اسلامی عقائد کے معتقد ہیں، ان کی زندگی کا طور طریقہ اور کیفیت ان لوگوں سے جدا اور مختلف نظر آئے گی جو اسلامی عقائد کے سلسلے میں نا آگاہ ہیں اور صرف زندگی کی فرصت سے فائدہ اٹھانے والے ہیں ان چند قابل توجہ باتوں کے بعد ہم واپس ان چار ذکر کی طرف پلٹتے ہیں کہ ان میں کن معنی کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ.

خدا کی تعریف تمام نیکیوں اور اچھائیوں کی تعریف

خدا تمام برائیوں سے پاک و پاکیزہ ہے اور اچھائیوں والا ہے، نا ہی اس کی ذات ایسی ہے کہ کوئی اس کے کاموں میں اس کا شریک ہو اور نا ہی اس کے کام ظلم پر مبنی ہوتے ہیں۔ نا وہ کبھی مخلوق تھا اور نا ہی اس کے کام کبھی حکمت و مصلحت کے خلاف رہے ہیں۔ اسی طرح اس کے تمام نقائص اور خرابیوں سے بھی پاک ہیں اور اسی طرح وہ ان تمام صفات سے جو مخلوقات کے لئے لازمی ہیں، پاک ہے۔

نمازی جب یہ جملہ ادا کرتا ہے تو وہ اس کی عظمت اور تمام عیوب اور تمام عیوب سے اس کی پاکیزگی کو سمجھتا ہے اور احساس کرتا ہے کہ وہ جس ذات کے مقابل کھڑا ہے کیا عظیم ذات ہے! وہ اس قابل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے! وہ عظیم ہے کہ اس کے سامنے سر جھکایا جائے اور اس کی عظمت کا احساس کیا جائے۔

نماز پڑھنے والا احساس کرتا ہے کہ خدا کی تعظیم ہے اور خدا کے سامنے سر جھکانا اور اصل نیکی اور کمال مطلق کے سامنے سر جھکانا ہے۔ اگر کسی (انسان) کو یہ خیال ہو کہ خداوند عالم کی

ذات تمام عیوب سے پاک اور تمام خوبیوں اور نیکیوں والی ہے تو کیا وہ خدا کی عظمت کا احساس کرنے میں ذلت وحقارت محسوس کرے گا، ہوسکتا ہے کہ ذلت وحقارت کا تعلق دنیا اور دنیا والوں کی تعریف کرنے سے ہو۔

خدا کی ذات؛ تمام اچھائیوں، خوبیوں اور کمالات کا بحر بیکراں

اسلام نے جو نماز ہمیں سکھائی ہے وہ ایک ذات کے سامنے سر جھکانا ہے، ایسی ذات کی تعریف کرنا ہے جو تمام کمالات، خوبیوں اور تمام حسن و جمال کا بحر بیکراں ہے کہ جس کا نہ کوئی ساحل ہے اور نا کوئی کنارہ اور نا ہی اس کی گہرائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا نماز خدا کی ایسی تعظیم نہیں ہے جیسا کہ دنیا اور دنیا والوں کی تعظیم جو انسان کو ذلیل کردیتی ہے اور اس کی عزت و شرافت کو گھٹا دیتی ہے۔ خدا کی تعریف ایسی نہیں ہے جو آدمی کو حقیر کردے اور جس کی وجہ سے انسان خواری کا احساس کرے۔

انسان ہی وہ وجود ہے جو کسی کے حسن و جمال کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ انسان خود بھی مطلق کمال و جمال کا متلاشی ہے کہ جہاں کہیں مادیت کے صحرا میں اسے اچھائیوں اور کمالات کا نخلستان ملتا ہے اور اسے حاصل کرنے اور اس سے فائدہ لینے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ اس لحاظ سے یہ بات فطری معلوم ہوتی ہے کہ انسان دیکھے کہ ایک ذات ایسی ہے جس میں تمام کمالات، اچھائیاں، خوبیاں اور جمال بہ درجہ اتم موجود ہیں تو اسکے سامنے خاک پر اپنا چہرہ رکھ دے اور وہ ذات کہ جس میں تمام خوبیاں اور اچھائیاں سو فیصد اپنے عروج پر ہیں، اس قابل ہے کہ اس کی پرستش اور تعریف کی جائے۔

خدا کی ہی تعریف کرنے سے انسان راہ کمال کو اختیار کرے گا

خدا کی پرستش و تعریف کرنے سے انسان نیکی اور کمال و جمال کی راہ کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا، کمال کو (اپنے لئے) اچھا سمجھے گا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، خود بھی حسن و جمال کی تعریف کرے گا اور اپنے اعمال میں بھی حسن و جمال کے نور کا خواہشمند ہوگا اور حقیقتاً خدا کی پرستش و تعریف کرنا ہی انسان کی زندگی کو کمال و جمال اور نیکی کی راہ اور اس کی اپنی منزل کی سمت قرار دے گا۔

مگر کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جنہوں نے اسلام میں نماز اور عبادت کو انسان کی ذلت اور اس کی عزت میں کمی کے مترادف خیال کیا۔ انہوں نے خدا کی عبادت کو دنیا کی مادی طاقتوں کے سامنے سر جھکانا گردانا۔ وہ خیال نہیں کرتے تھے کہ سر جھکانا کسی مادی ذات کی طرف نہیں ہے بلکہ نیکیوں اور پاکیزگی کے سامنے سر جھکانا اور سر بسجود ہونا ہے۔ لہٰذا اگر ہم میں نیکی، پاکیزگی اور دوسری صفات کے حصول کا جذبہ بیدار ہوگا اور یہی وہ نکتہ ہے کہ جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ "سبحان اللہ" ہمیں درس دیتا ہے جسے اوپر بیان کیا گیا ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ

انسان کی جہالت

رنج والم سے پر تاریخ میں انسان اپنی زندگی کی بعض مختلف حاجات کی وجہ سے اپنی زندگی کو چھوٹی سطح اور چھوٹے درجے پر بہتر بنانے کا خواہش مند رہا ہے۔ کبھی ممتاز و مشہور شخصیت بنانے کی خاطر تو کبھی چند روز زیادہ زندہ رہنے کی خاطر حتیٰ کہ اکثر مواقع پر روٹیوں کے چند ٹکڑوں کی خاطر، جو اسکی زندگی کی بقا کا سبب ہوں۔ انسان اپنے ان دنیاوی مقاصد کے لئے دوسروں کی

غلامی اور اپنی ذلت کو برداشت کرتا رہا جبکہ وہ دوسرے جن کی اس نے غلامی کی، خلقت میں اسی جیسے اور اسی کے ہم پلہ تھے۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی کوئی ایسی قابلیت نہیں تھی کہ ان کے سامنے سر جھکایا جاتا مگر انسان چندروزہ زندگی کی خاطر ان کے سلسلے میں غلطی کا شکار رہا، اپنی زبان سے ان کی تعریف اور شکر گزاری کرتا اور اپنے بدن و روح کو ان کے سامنے سر جھکا کر ذلیل کرتا رہا۔

اس نے ایسا اس وجہ سے کیا کہ وہ جہالت میں مبتلا تھا کہ یہ نعمت، یہ روٹی، یہ عزت، یہ دنیاوی عظمت، یہ عہدہ اور یہ میری نمایاں شخصیت ان بندوں کی مرہون منت ہے اور ان دنیاوی نعمتوں کا وجود صرف انہی کے دم سے ہے لہٰذا اس نے خود کو بدن و روح دونوں کے اعتبار سے ان کے سامنے غلام خیال کیا اور وہ ان مختصر، فانی اور زوال پذیر دنیاوی نعمتوں کے حصول کے لئے نعمت کے (ظاہری) مالک کی غلامی کے لئے تیار ہوجاتا ہے ان کی چمچہ گیری، چاپلوسی اور خوشامد شروع کر دیتا ہے۔

خدا مالک ہے نا کہ یہ مجبور و کمزور لوگ

اس کے مدمقابل ہمارا نماز میں یہ یاد کرنا کہ تمام تعریفیں اور تمام شکریہ صرف خدا کے لئے ہیں ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ تمام چیزیں اور تمام نعمتیں سب خدا کی طرف سے ہیں اور وہی سب کچھ دینے والا ہے۔ خدا کی تعریف کرنا ہمیں متوجہ کرتا ہے کہ یہ صرف آنکھوں کا دھوکہ اور دل کا بہلاوا ہے کہ ہم نعمتوں کو دوسروں کی طرف سے قرار دے رہے ہیں مگر حقیقتاً ان میں سے کوئی بھی اپنی کسی بھی چیز کا مالک نہیں۔ "الحمدللہ" ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تمام مال و نعمت کا مالک خدا ہے نا کہ مجبور لوگ۔ یہ لوگ مال اور نعمت کی وجہ سے انسانوں کو اپنا غلام و اسیر بنانا چاہتے ہیں اور انہیں اپنا

مطیع وفرمانبردار بنا کران سے اپنے احکام کی اطاعت کے خواہشمند ہیں، یہ انسانوں کواپنا بندہ بنا کرانہیں اپنے اشاروں پر نچوانا چاہتے ہیں۔

نماز ہم انسانوں کی کمزور روحوں کو جوتھوڑے اور معمولی مال ودولت کے لئے پریشان رہتی ہیں، دنیاوی لذات کی طرف جھکنے والے ہمارے دلوں اورنعمتوں کی طرف ہماری فریفتہ اور عاشق آنکھوں کو یہ سبق دیتی ہے کہ ان دولت مندوں کی تھوڑی سی بخشش ورحمت وعنایت کوکوئی حیثیت نہ دو اور بظاہر جولوگ تمہیں اور سارے جہان کو پال رہے ہیں وہ کسی حقیقت کے حامل نہیں ہیں لہٰذا ان کے سامنے غلامی کے لئے سرمت جھکاؤ۔ یہ کیا چیز ہیں؟ اور یہ کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ یہ خدا ہے کہ جس نے یہ سب اسباب پیدا کیے ہیں لہٰذا اگر وہ تم کو دنیاوی نعمات سے محروم رکھیں تو خاموشی مت اختیار کرو، ان کے ظلم وستم کو برداشت مت کرو، ان لوگوں نے مال خدا کو [جو تمہارا حق ہے] جمع کیا ہوا ہے، یہ ظالم وغاصب ہیں اور اس طرح انہوں نے تمہاری روزی کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے چنانچہ ان کو مالک نا سمجھو اور نا ہی ان کی خوشامد کرو۔

وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

یہ اسلام کا نعرہ ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ پوری کائنات میں صرف ایک ہی نظام جاری وساری ہے۔ یہ نعرہ وآئیڈیالوجی ہے جو کائنات کے مطالعے میں مختلف نظر آتی ہے مگر حقیقت میں ایک ہی ہے۔ اس نعرے میں ایک بات کا انکار ہے اور ایک بات کا اثبات واقرار۔

انکار یہ ہے کہ دنیا کی تمام طاغوتی اور سرکش طاقتوں اور تمام غیر الٰہی نظاموں کو یکسر مسترد کردیا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی قدرت کا مالک نہیں ہے سوائے خدا کے اور اس انکار سے انسان خود کو ان کی غلامی سے نجات دے۔

نام نہاد بڑی طاقتوں اور شیطانی قوتوں کی آرزو

تمام شیطانی طاقتیں اور نظام ہمیشہ اس بات کے آرزومند رہے ہیں کہ ان کے اصول و قوانین کی پیروی کی جائے۔ ان کے دست و بازو کی طاقتیں اور ذہنی اختراع ہم سے یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ خدا سے انحراف کے راستے پر قدم بڑھاؤ لیکن ہم لا الہ الا اللہ کے ذریعے سے ان کی تمام خواہشات کو ملیامیٹ اور امیدوں کو قطع کر دیتے ہیں خدا کی قدرتوں کے علاوہ تمام قدرتوں، تمام غیر الٰہی اور خدا کے پسندیدہ جذبات کے علاوہ تمام جذبوں کو یہ جملہ ختم کر دیتا ہے اور نمازی تمام غیر الٰہی نظاموں کی نفی کے ساتھ خود کو تمام ہستیوں، غلامیوں، ذلتوں اور ہر قسم کے لوگوں کی ہر قسم کی بندگی سے آزاد قرار دیتا ہے۔ اس وقت وہ یہ سمجھتا ہے کہ صرف خدا ہی کا فرمان پیروی کے قابل ہے اور صرف خدا ہی کے ارادے سے کائنات کا نظام جاری و ساری ہے یعنی ایک اسلامی معاشرے کے نظریے کو [جو دنیا میں حقیقی معنوں میں عملی ہوسکتا ہے] ایک مسلمان لا الہ الا اللہ کے ذریعے سے اسے ضروری سمجھتا ہے اور خدا کی بندگی کو قبول کر کے باقی تمام بندگیوں کو نامناسب اور بے کار و بے فائدہ خیال کرتا ہے۔

خدا کی بندگی سے کیا مراد؟

بندگی خدا سے کیا مراد؟ بندگی خدا یعنی حکمت سے بھرپور احکامات خدا کے زیر سایہ اپنی زندگی کو بہتر بنانا اور نظام الٰہی کے مطابق [جو خدا کے واضح کردہ خطوط اور بیان شدہ احکام کے ذریعے ترتیب دیا گیا ہے] زندگی بسر کرنا اور اپنی تمام قدرت و فکر کو اسی قانون خدا کے نفاذ کے لئے استعمال کرنا تاکہ پوری دنیا اسی کے ساتھ حرکت کرے۔

اسلام کے علاوہ تمام نظاموں کی بنیاد غلط افکار ونظریات پر ہے

خدا کے نظام کے علاوہ زندگی بسر کرنے کے لئے لوگوں نے جو دوسرے قوانین اور نظام بنائے ہیں وہ صرف ایک انسان کی فکر کا نتیجہ ہوتے ہیں جو صرف اسی انسان کی فکر کے محور پر گردش کرتے ہیں۔ ایسے غیر الٰہی نظام اور اصول وقوانین اپنے دامن میں عوام الناس کے لئے بہت سی خرابیاں سمیٹے ہوئے ہیں اور جو جہالت کی ظلمتوں سے اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔ ایسے غیر الٰہی نظام جو نا صرف انسان کی حقیقی سعادت وکامیابی سے بے خبر ہیں بلکہ ان کی بنیاد غلط افکار و نظریات پر قائم ہے اور ایسے نظام وقوانین پر عمل پیرا ہوکر انسان نا ہی کامیاب ہوسکتا ہے اور نا ہی اپنی منزل کمال تک کہ جہاں اسے پہنچنا چاہئے ....پہنچ سکتا ہے۔

صرف وہ معاشرہ (سوسائٹی) اور نظام الٰہی ہے جسے خدا نے بنایا ہے جو حکمت سے پر ہے اور جسے خدا نے اپنی رحمت کو ظاہر کرنے کے لئے بنایا ہے کیونکہ خداوند عالم کو انسانوں کی حاجتوں کا علم ہے اور وہ اس بات سے بھی آگاہ ہے کہ انسان کی یہ حاجتیں کن ذرائع سے پوری ہوسکتی ہیں چنانچہ اس نے انسانوں کے لئے قانون بنایا ہے تاکہ (ہم) انسان اپنے وجود کو [جو ابھی ایک چھوٹے سے پودے کی شکل میں ہے] کمال تک پہنچیں۔

عوام الناس کی بہتری صرف اسلام ہی کے ذریعے ممکن ہے

ہم ان تمام نظاموں کے جو دوسروں کے بنائے ہوئے ہیں؛ دشمن نہیں ہیں، ہم ان کی قدردانی کرتے ہیں لیکن جو باتیں میں عرض کررہا ہوں؛ وہ انبیاء کی ہیں اور تمام انبیائے خدا عالم بشریت کے لئے ایک دردمند باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس بات کے خواہشمند ہیں کہ عوام الناس کی زندگی کو بہتر بنائیں اور ایسے مکانات بنائیں کہ جن میں انسانی زندگی بہتر اور

ٹھیک طور پر بسر ہو سکے یعنی وہ لوگ جو معاشرے اور سوسائٹیوں کو آباد کرنا اور انہیں سنوارنا چاہتے ہیں، ان لوگوں کو انبیاء نے یہ درس دیا اور یہ نصیحت کی کہتم جوان عوام الناس کی تربیت کرنا چاہتے ہو، نظام الٰہی کے سوا کسی اور نظام سے تربیت نہیں کر سکتے اور خدائے وحدہ لاشریک نے جو نظام مقرر کیا ہے، عوام صرف اسی کے ذریعے کامیاب وکامران ہو سکتے ہیں۔

تاریخ نے یہ بات ثابت کردی ہے اور ہم نے بھی دیکھا اور آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے کہ وہ نظام جو خدا کے علاوہ لوگوں نے بنائے ہیں ان کے نتیجے میں عوام الناس نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں، کس کس طرح انسانوں کی شخصیت کو پامال کیا گیا اور انسان کس کس طرح کی عذاب والی زندگی سے دو چار ہوا۔

وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ

پس ہر قسم کے غیر الٰہی نظاموں کا انکار کرنے کے بعد ایک معمولی انسان زمانہ جاہلیت کی باتوں کو دیکھ کر اپنے یکتا وتنہا ہونے کا احساس کرتا ہے اور تنہائی سے گھبراتا ہے کہ میرا کوئی مددگار نہیں ہے جبکہ میں خدا کے راستے پر قدم بڑھانے والا ہوں اور جب وہ اپنی نظریں آگے دوڑاتا ہے تو زندگی گزارنے کے تمام نظاموں کو [جن کو ابھی تک اچھا اور شاندار سمجھتا تھا] بیکار و فضول خیال کرتا ہے لیکن جب زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی زندگی پر نظر ڈالتا ہے تو ان کی زندگی ایک پہاڑ کی مانند اس کی جانب رخ کیے نظر آتی ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ جن چیزوں اور قدرتوں کی نفی کر رہا ہے وہ اس کے سامنے جلوہ افروز ہیں اور اپنی شان وشوکت کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے نظاموں کی شان وشوکت اسے خوف زدہ کرتی ہے اور یہی وہ لمحہ ہے کہ وہ کہتا ہے: "اللہ اکبر" اللہ ان تمام باتوں سے بزرگ تر ہے، وہ تمام لوگ، تمام قدرتوں اور ان تمام طاقتوں سے بھی جو لوگ ظاہر کر رہے ہیں، بڑا ہے اور وہ اس سے بھی بزرگ ہے کہ ہم اس کی تعریف کریں۔

خدائی نظام سے وابستگی نجات اور کامیابی کی علامت ہے

کائنات کو چلانے کے لئے جو اصول وقوانین مرتب کیے گئے ہیں اور جو نظام جاری وساری ہیں خواہ وہ دنیا کے مادی قوانین ہوں یا تاریخ کے، سب کے سب خدا ہی کے قوانین ہیں ۔پس وہ یہ خیال کرتا ہے کہ انتہائی درجے کی سعادت وکامیابی اسی وقت ممکن ہے کہ جب میں خود کو ان قوانین اور الٰہی سنتوں سے وابستہ کرلوں گا۔ حقیقی نجات صرف خدائی اصولوں کی پابندی اور ان کے مطابق زندگی گزارنے میں ہے اور دنیا میں صرف وہی لوگ کامیاب ہیں جو تاریخ بشریت میں ہونے والی کشمکش میں صرف خدا کے اطاعت گزار رہے۔

انسان کامل کا ایمان

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھا تھا کہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے بلکہ خدا ہی سب کچھ کرنے پر قادر ہے اور آپ اپنے پورے وجود کے ساتھ اس بات پر ایمان کامل رکھتے تھے اور اس کا احساس کرتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ آپ نے تن وتنہا مکے کے تمام گمراہوں کے سامنے قیام کیا تھا بلکہ آپ پوری دنیا کے مقابل کھڑے ہوگئے اور آپ جیسی ہی شخصیت سے ایسی پامردی، استقامت اور ہمت کی امید کی جاسکتی ہے چنانچہ آپ نے استقامت کے ساتھ اپنی کوشش کے ذریعے اس زمانے کی گمراہ انسانیت کے قافلے کو [جو اپنی منزل کی راہ کو گم کرکے مختلف خود ساختہ خداؤں کے پاس بھٹک رہا تھا] اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ طاغوتی طاقتوں کے پیچھے نہ چلے۔اس طرح آپ نے ان گمراہوں کو ذلت وغلامی کے راستے سے نجات دلائی اور انہیں اس راستے پر گامزن کیا جو فطرت اور ان کے کمال کا راستہ تھا۔ باالفاظ دیگر آپ نے ان کو تاریکی وظلمت سے نکال کر نور میں لا کھڑا کیا۔

لہٰذا وہ شخص جو انسانوں کے درمیان تھوڑی بہت قدرت رکھنے والے لوگوں، ان کے ظلم وزیادتیوں اور سختیوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو چھوٹا اور کمزور سمجھتا ہے اور خود کو بے ارادہ [کہ میں کچھ بھی نہیں کر سکتا ہوں] خیال کرتا ہے کہ وہ اس نکتے کو سمجھ لے اور اس بات پر صدق دل سے ایمان لے آئے کہ یہ طاقتور لوگ اور ان کی طاقتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی ہیں کیونکہ ان سب سے بڑی بلکہ سب سے برتر طاقت خدا ہے، تو اس کے دل کو سکون و اطمینان نصیب ہوگا اور اس کے باطن میں امید خدا کی آگ روشن ہوگی کہ خدا کی مرضی کے بغیر یہ طاقتیں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں اور یہی اطمینان وسکون اور خدا سے امید اسے عظیم اور کامیاب ترین انسان بنا دے گی۔

یہ تھا تسبیحات اربعہ کے چار ٹکڑوں کے فوائد و مقاصد کا خلاصہ جو یہاں بیان کیا گیا کہ جن کی ہم تیسری اور چوتھی رکعت میں قیام کی حالت میں تکرار کرتے ہیں۔

رکوع

نماز پڑھنے والا قرأت کے بعد رکوع میں چلا جاتا ہے یعنی خدا کے سامنے جو انسانی فکر کی آخری حدود سے بھی آگے اور بالاتر اور تمام نیک صفات اور عظمتوں کا حامل ہے، اپنے سر کو اس کی تعظیم کے لئے جھکا دیتا ہے۔

رکوع خدا کی قدرت کے سامنے انسان کے خضوع اور اس کے دل میں خدا کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور مسلمان چونکہ خدا کو عظیم قدرت سمجھتا ہے تو اس کے سامنے رکوع میں جھک جاتا ہے اور چونکہ وہ کسی کو بھی خدا کے سوا انسانیت سے بلند و بہتر خیال نہیں کرتا ہے لہٰذا کسی بھی ایک شخص اور کسی بھی چیز کے سامنے اپنے سر کو جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوتا ہے، چنانچہ ایسی حالت میں اپنے بدن کو خدا کے سامنے خضوع یعنی جھکانے کی حالت میں لے آتا ہے اور اپنی زبان سے خدا کی حمد اور عظمت کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

پاک و بے عیب ہے میرا رب جو عظیم ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔

یہ عمل کہ جس کے ساتھ ساتھ اس کی زبان بھی حرکت کرتی ہے؛ نماز پڑھنے والے اور ان تمام لوگوں کو جو اس کی اس حالت کو دیکھتے ہیں کہ یہ انسان کے سامنے خضوع کے ساتھ اپنے سر کو جھکا رہا ہے، ظاہر کرتا ہے کہ وہ خدا کی بندگی کا اقرار کر رہا ہے اور چونکہ وہ خدا کا بندہ ہے لہٰذا غیر خدا کا بندہ نہیں ہے اور حقیقتاً وہ انسان کے سامنے جھک کر واضح طور پر علی الاعلان اپنی سعادت و سرفرازی اور دوسروں کی بندگی سے اپنی آزادی کا اعلان کرتا ہے۔

سجدہ

پس جب نمازی رکوع سے سر اٹھاتا ہےتو ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ گویا وہ ایسی تعظیم و بندگی کے لئے آمادہ ہے جو پہلے سے بھی زیادہ ذلت کے ساتھ ہو یعنی وہ خود کو خاک پر گرا دے گا۔

پیشانی کو خاک پر رکھنا انسان کے خضوع اور ذلت کی آخری حد ہے اور انسان کا اس حد تک خضوع یعنی ذلت کے ساتھ جھکنا صرف ایک ذات یعنی خدا کو عظیم و بزرگ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

خدا کے سامنے سر جھکانا، دراصل تمام اعلیٰ صفات، تمام نیکیوں اور تمام حسن و جمال کے سامنے سر جھکانا ہے لہٰذا انسان اپنے خدا کے سامنے اس طرح سر جھکانے کے بعد کسی بھی انسان اور کسی بھی چیز کے سامنے سر جھکانے کو حرام اور نامناسب سمجھتا ہے کیونکہ وہ یہ جانتا ہے کہ انسانی وجود وہ گوہر نایاب ہے جو بازار ہستی میں سب سے زیادہ قیمتی اور لائق عزت ہے کہ اگر انسان غیر خدا کے سامنے سر جھکائے تو نا صرف اس سے انسان کی عزت ختم ہوجاتی ہے بلکہ انسان پستی و ذلت کے تاریک کنویں میں اپنے آپ کو گرا کر ذلت و خواری کا طوق اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے۔

ایسی حالت میں [جبکہ وہ اپنے سر کو خاک پر رکھے ہوئے ہے] وہ خود کو عظمت خدا میں غرق دیکھتا ہے۔اس کی زبان جھکی ہوئی حالت میں انہی خیالات کو ظاہر کرتی ہے اور وہ اپنی زبان سے ذکر خدا جاری کرتا ہے جو کہ حقیقت میں اس کے اسی عمل کی تفسیر ہوتا ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

پاک و بے عیب ہے میرا رب جو سب سے اعلیٰ ہے اور میں اس کی تعریف کرتا ہوں خداوند عالم جو سب سے برتر و اعلیٰ ہے جو تمام نیک صفات کا حامل اور ہر نقص و عیب سے پاک ہے اور تمام ہستیوں میں تنہا وہی ایک ہے جو اس لائق اور قابل ہے کہ انسان زبان سے اسکی حمد و ستائش بیان کرے اور اس کے سامنے خاک پر اپنے چہرے کو رکھ دے۔

پس نماز کا سجدہ [جو خاک پر سر رکھنا ہے] کسی ایسی ذات کے لئے نہیں ہے جو کمالات کے لحاظ سے ناقص اور کمزور وضعیف ہے۔ اسی طرح نماز کا سجدہ نا ہی ان بتوں کے لئے ہے کہ جن کے سامنے لوگ اپنے سروں کو جھکا دیتے ہیں اور نا ہی نماز کا سجدہ ان گھٹیا قدرتوں کے لئے ہے جو اندر سے کھوکھلی اور بے حقیقت ہیں بلکہ سجدے میں خاک پر سر رکھنا دراصل اس کے لئے ہے جو کائنات میں اعلیٰ ترین، ہر عیب سے پاک اور تمام عظمتوں، خوبیوں اور کمالات والا ہے۔

نماز پڑھنے والا سجدے میں سر کو جھکا کر یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ خدا حکیم و بصیر کا فرمانبردار اور اطاعت گزار ہے اور وہ اپنے اس تسلیم (سر جھکانے) اور حکم خدا کی فرمانبرداری سے خود کو تلقین کرتا ہے اور اپنے دل کو یاد دلاتا ہے اور جیسا کہ اس سے قبل ہم جان چکے ہیں کہ یہ نظریہ کہ عبادت و بندگی صرف اور صرف خدا کے لئے ہو؛ وہ نظریہ ہے جس کی وجہ سے انسان خود کو تمام انسانوں کی بندگی، قید اور ان کی ذلتوں سے [جن میں وہ ابھی تک گرفتار تھا] آزاد کرا لیتا ہے۔

رکوع اور سجدے کے ان دو ذکر کا سب سے اہم اثر ہے جس کی وجہ سے ہمیں امید کرنی چاہئے، یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کو یہ درس دیتے ہیں کہ وہ کون سی ذات ہے کہ جس کے سامنے ہمیں سر جھکانا ہے، خضوع اختیار کرنا ہے اور اس کی تعریف کرنی ہے اور بندے کا سر جھکانا، خضوع اختیار کرنا اور خدا کی تعریف بیان کرنا دراصل خدا کے علاوہ تمام طاقتوں کا انکار ہے اور شاید اسی موضوع کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ جس میں امام نے ارشاد فرمایا کہ:

انسان کی خدا سے سب سے نزدیک حالت .... حالت سجدہ ہے۔

تشہد

ہر نماز کی دوسری اور آخری رکعت میں جب نمازی دو سجدوں کے بعد سر اٹھا کر بیٹھتا ہے تو اس حالت میں تین جملوں کو اپنی زبان سے ادا کرتا ہے جو دین کے حقائق اور عظمتوں کی ترجمانی کرتے ہیں۔ نمازی کا یہ عمل کہ جس میں اس کا بولنا بھی شامل ہے، ہم اسے تشہد (گواہی) کا نام دیتے ہیں۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

اور پھر اس حقیقت کو بطور تاکید ادا کرتا ہے۔

وَحْدَہٗ......

صرف وہ ہے (کائنات کا خدا)

دوبارہ اور طریقے سے اپنی زبان کے ذریعے اس حقیقت کی تکرار کرتا ہے۔

لَا شَرِیْکَ لَہٗ......

اسکی خدائی میں اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔

ہر وہ آدمی اور ہر وہ چیز جو انسان کو اپنی بندگی کی طرف کھینچتی ہے اور وہ ذات کہ جس کے احکام کی انسان اطاعت کرتا ہے [اس کا معبود (الہ) ہے] خود وہ خواہشات کی اطاعت ہو یا حیوانی میلانات کی، شہوات کی اطاعت ہو یا لالچ کے پیچھے بھاگنا ہو غرض وہی انسان کا معبود ہوگا

جس کے پیچھے انسان ہے اور جس کے احکام کی انسان اطاعت کرتا ہے۔

کسی معاشرے یا نظام کو چلانے کے لئے ان کے قوانین بنانے والے اور بڑے لوگوں نے دوسرے چھوٹے انسانوں کو مجبور کیا کہ وہ ان کی خدمت کریں اور جس بہانے سے بھی عوام الناس کو مجبور کیا یہ سب الوہیت کی ہی شکل ہے۔

تشہد خدا کے علاوہ تمام طاقتوں کی نفی ہے

تشہد میں "لا الہ الا اللہ" کہنا دراصل اس قسم کے تمام احکامات کی پیروی سے انکار ہے۔تشہد گواہی دینا ہے اور نماز پڑھنے والا تمام طاقتوں کی نفی کرتے ہوئے گواہی دیتا ہے کہ وہ صرف خدا کے احکام کی پیروی کرنے والا ہے یعنی نماز پڑھنے والا صرف اس بات کو قبول کرتا ہے اور صرف اس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھاتا ہے کہ صرف خدائے اور واحد یکتا ہے جسے یہ حق حاصل ہے کہ وہ حکم جاری کرے اور انسان صرف اسی کے سامنے سر جھکائے۔

لہٰذا جس شخص نے یہ نظریہ قبول کرلیا تو اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے موجود [خواہ وہ کوئی بھی ہو، کتنا ہی بڑا انسان کیوں نہ ہو، حیوان ہو یا فرشتہ، جمادات ہوں یا پھر اس کے نفس کی خواہشات وشہوت] کی بندگی اور حکم کو قبول کرے اور نا ہی اسے یہ حق حاصل ہے کہ اپنے بدن کو ان کی اطاعت میں جھکا دے لیکن اس بیان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا کا ماننے والا اور اطاعت گزار معاشرے میں کسی اجتماعی نظام کا قائل نہیں ہے یا وہ کسی کے حکم کو قبول نہیں کرتا ہے۔کیوں؟

اس لئے کہ یہ بات تو واضح ہے کہ انسان کو لوگوں کے ساتھ مل جل کر اجتماعی طور پر زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ آپس میں کچھ عہد و پیمان ہوں اور کچھ نظاموں اور اصول و

قوانین کی پیروی ہو۔ مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کے اجتماعی اصول وقوانین کو خاطر میں نہیں لائے گا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی ایسے حکم یا نظام کو جو خدا کے فرمان کے مطابق نہ ہو؛ نا ہی قبول کرے گا اور نا ہی اسے اپنے اوپر مسلط کرے گا۔ مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی شخصی واجتماعی زندگی میں صرف خدا کے احکام کی پیروی کرنے والا ہوگا۔

چنانچہ ایسے بہت سے احکام جو خداوند عالم نے جاری کیے ہیں اور لوگوں کے درمیان رہن سہن کے جو اصول وضع کیے ہیں، ان کے لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ کچھ ایسے لوگ ہوں جن کی اطاعت کی جائے اور معاشرے میں رائج قوانین کی پابندی ہو لہٰذا خدا کا ماننے والا اس سوسائٹی کے انہی قوانین کی پیروی کرے گا۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ سوسائٹی کے جن احکام کی اطاعت کر رہا ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان لوگوں کی خواہشات نفس ہیں یا ان کے سرکش نفسوں نے اپنی مرضی اور جی چاہنے کی بنا پر جو قانون بنا دیا ہے اسے اس نے قبول کرلیا ہے۔ وہ کیوں قبول نہ کرے..........؟

اس لئے کہ یہ سب قوانین اور نظام تو اس کے جیسے لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں بلکہ مسلمان تو حقیقتاً ان قوانین کی اطاعت وفرمانبرداری کرتا ہے جو خدائے حکیم وبصیر نے اپنے ارادے سے مقرر کیے ہیں کیونکہ صرف خدا ہی ہے جو یہ جانتا ہے کہ معاشرے کی فلاح وبہبود کے لئے کون سا قانون ضروری ہے، معاشرے کی کیا حاجات ہیں اور خدا ہی مقرر کرتا ہے کہ کون لوگ ہیں جو قابل حکومت واطاعت ہیں اور یہ خدا کے مقرر کردہ لوگ بھی خدا ہی کے بیان کردہ احکامات کو اس کے بندوں کے درمیان رائج کریں گے۔

قرآن کی یہ آیت اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ [1]

---

[1] سورۂ نساء:۵۹

اطاعت کرواللہ کی اوراس کے رسول کی اوران کی جوتم میں اولی الامر ہیں۔

خدا کی اطاعت، اس کے رسول کی اطاعت اوران لوگوں کی اطاعت جن کوخداوند عالم نے تمہارے درمیان مقرر کیا ہے اور جو صاحبان حکم ہیں؛ انہی کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور شایداسی حقیقت کو دیکھتے ہوئے نمازی تشہد کا دوسرا جملہ کہتا ہے۔

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے بندے اوراس کا پیغام لانے والے ہیں۔

یہ قبول کرنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا پیغام لانے والے ہیں............

دراصل ان معنی میں یہ قبول کرنا ہے کہ وہی خدا کے نمائندے اورخلیفہ ہیں باالفاظ دیگر اگرہم راہ خدا کے متلاشی ہیں توہمیں راہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنا ہوگا اور خدا کے احکام وفرمان کوخدا کے اس برگزیدہ بندے سے لینا ہوگا۔

خدا کے ماننے والوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کے پسندیدہ راستے کو پہچاننے میں غلطی کی ہے لہٰذا تشہد میں یہ بیان کرنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کا پیغام لانے والے ہیں؛ انسانوں کی تلاش وحرکت کا رخ مقرر کرتا ہے لہٰذا خدا پرست انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی کو رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ احکامات کے مطابق گزارے تا کہ اس کا خدا پرستی کا دعویٰ صحیح ثابت ہو۔

اس جملے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندگی کی طرف توجہ دی گئی ہے اور اسی لئے اس پہلے کلمے میں "عبدہ" پہلے ہے اور "رسولہ" بعد میں۔یعنی پہلے بندگی ہے اور بعد میں رسالت گویا اس کے ذریعے سے یہ چاہا گیا ہے کہ اسلام کی عظیم الشان صفت کو متعارف کرایا جائے اورحقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کی عظمت کمال اور فضیلت کا خلاصہ اس چیز میں پنہاں ہے

کہ وہ خدا کی بندگی کرے اور بندگی کے رشتے کو خلوص کی بنیادوں پر قائم کرے اور وہ انسان جو میدان بندگی خدا میں سب سے آگے ہے، انسانیت کے درجات کے لحاظ سے بھی اس کا درجہ بہت بلند ہے۔

جو شخص یہ جانتا ہو کہ خدا کی بندگی کا مفہوم کیا ہے چنانچہ اس کے لئے پیغمبر کے بارے میں بیان کئے گئے ارشاد کو سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر انسان یہ خیال کرے کہ خدا کی بندگی کا مطلب یہ ہے کہ میں اس ذات کے سامنے کہ جس کے تمام کام حکمت سے پر ہیں، جو صاحب بصیرت ہے، وہ جو کچھ ہمارے لئے کر رہا ہے وہ سب کا سب رحمت ہے اور اس کی ذات خوبیوں والی ہے؛ خضوع اختیار کروں، اس کے سامنے اپنے دل کو جھکا دوں اور اس کے ساتھ ساتھ خواہش نفس کی اطاعت اور غیروں کی غلامی سے خود کو آزاد کرنا ہی اگر بندگی خدا کے معنی ہیں تو پھر دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کون سی قدر و قیمت والی بات پائی جاتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیا میں جو برائیاں نظر آتی ہیں، لوگ جن پستیوں میں پڑے ہوئے ہیں، لوگوں کے دلوں میں جن شقاوتوں اور اخلاق رذیلہ نے گھر کیا ہوا ہے اور انسان کی زندگی میں آنے والی تاریکیوں کی اصل اور بنیادی وجہ یہی ہے کہ انسان اپنی خواہش نفس کی غلامی کرتا ہے یا اس قسم کے دعوے کرنے والے انسانوں کی سرکشی اور طغیانی کی اطاعت کرتا ہے۔ چنانچہ اگر انسان یہ اعلان کرے کہ وہ صرف خدا کی بندگی کرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نفس اور دوسروں کی بندگی کو یکسر مسترد کر دیا اور دل میں اٹھنے والے جذبات کو جلا کر خاک کر دیا۔

تشہد کے ان دو جملوں میں ایک بہت ہی عمدہ، قابل توجہ اور باریک نکتہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا توحید اور نبوت کا اقرار ایک ہی گواہی میں کرتا ہے اور خدا کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندگی و رسالت کی شہادت دیتا ہے۔

اس کی یہ گواہی حقیقت میں اس معنی میں ہے کہ میں خدا کی عبادت اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

تمام پیغاموں کوقبول کرر ہاہوں۔اس عقیدے کا مقصدا پنے کاندھوں پر ذمہ داری لیناہے۔گویا نماز پڑھنے والا گواہی دینے کے ساتھ ساتھ یہ چاہتا ہے کہ میں ان تمام ذمہ داریوں کے سامنے [جومجھ پران دوعقیدوں (یعنی توحیدونبوت) کی وجہ سے عائدہوتی ہیں] اپنی گردن جھکادوں۔

تشہد کا مطلب صرف علم حاصل کرنانہیں ہے کہ جس کے ساتھ کوئی عمل نہ ہو،ایساعلم کہ جس کے ساتھ کوئی ذمہ داری اورعہد و پیمان نہ ہو(بے کار ہے) ورنا ہی تشہد ایسا یقین ہے کہ جس کے نتیجے میں کوئی عمل اور جدو جہد نہ ہو۔ایسے عقیدوں اور علم ویقین کی اسلام میں کوئی قدرو قیمت نہیں ہے۔

یہ گواہی دینا کہ میں خدا کی عبادت کرنے والا اور محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے اس کے پیغامات کو(دل وجان سے) قبول کرنے والا ہوں اوراس ذیل میں تمام عہد و پیمان کوقبول کرتا ہوں تا کہ میں ان حقائق کے ذریعے سے کامیاب ہوجاؤں۔پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز میں تشہد کا ادا کرنا دراصل خدا سے کیے گئے عہد و پیمان کی تجدید کرنا ہے کہ جسے نمازی خدااوراس کے رسولؐ کے ساتھ کرتا ہے۔اس کے بعد تشہد کا تیسرااورآخری جملہ ہے جوخدا سے درخواست اور اس کی بارگاہ میں دعا پرمشتمل ہے۔

درود

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ.

خداوندا! درود بھیج تا رہ محمدؐ و خاندان محمد علیہم السّلام پر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کا پاک اور طاہر خاندان [خدا کی رحمتیں ان پر ہوں] مکتب اسلام کا کامل اور اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔نماز پڑھنے والا اپنی دعا کی زبان میں ان اعلیٰ نمونوں ، بہترین شخصیات اور مشعل راہ افراد کی یاد کو اپنے دل میں تازہ کرتا ہے اور ان پر درود بھیج کر ان سے اپنا روحانی رشتہ استوار کرتا ہے۔

کامل نمونوں کا ہونا ضروری ہے

زندگی بسر کرنے والے اور کسی دوسرے مکتب پر عمل کرنے والے لوگوں کے لئے اس مکتب کے مطابق اگر اعلیٰ اور کامل ترین نمونہ ہو اور وہ کسی شخصیت کو اپنے مکتب کے نظریے پر عمل پیرا نہ دیکھیں تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ عمل کے وقت غلط سمت میں قدم اٹھائیں اور نتیجے میں اپنی راہ سے بھٹک جائیں اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے راستے پر خدا کی بندگی کرنے والے لوگ اور انبیاء کے نظریے ہر زمانے میں موجود رہے ہیں۔ ہر دور میں جب انبیاء خدائی مکتب کا پیغام لے کر آئے تو انہوں نے عوام کے سامنے اعلیٰ نمونوں کو پیش کیا اور اسی وجہ سے انبیاء کا پیش کردہ

نظریہ حیات باقی اور محفوظ رہا۔

تاریخ میں ایسے صاحبان عقل کثرت کے ساتھ ملیں گے جن کی کوشش فقط یہ تھی کہ وہ انسانوں کی زندگی اوران کی سعادت وخوش قسمتی کے لئے نقشے بنائیں، پروگرام مرتب کریں اور مدینہ فاضلہ [کہ جوامن وامان کا شہرہے] کا تصور پیش کریں چنانچہ انہوں نے اس مقصد کے لئے کتابیں لکھیں لیکن پیغمبر کا طور طریقہ اور تھا انہوں نے دوسرے لوگوں کی طرح بحث اور فلسفیانہ خیالات کونہیں چھیڑا بلکہ اپنے نظریے کو عملی طور سے پیش کیا، خوداس پر عمل کیا اور اپنے نظریے پر عمل پیرا لوگوں کے ذریعے معاشروں اور سوسائٹی کے لئے افراد تیار کئے اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کا مکتب اوران کا نظریہ ہر زمانے میں زندہ رہا جبکہ عقلمند لوگوں اور فلسفیوں نے زندگی اور عظمت انسانی کے جو فارمولے اور نظام تیار کئے ہیں وہ صرف کتابوں کے اوراق میں ہی باقی رہے۔

نماز پڑھنے والا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے لئے [جو مکتب اسلام کے منتخب ترین نمونے اور روشن ودرخشاں ستارے ہیں] دل سے دعا کرتا ہے کہ جنہوں نے اپنی مختصر سی زندگی مکتب اسلام کے قوانین کے مطابق بسر کی اور لوگوں کو بتایا کہ اسلامی نظریہ میں اعلیٰ درجے کا انسان کیسا ہوتا ہے؟

نمازی کی خواہش

نماز پڑھنے والا ان لوگوں کے لئے درود بھیجتا ہے اوران کے لئے خدا سے درخواست کرتا ہے اور یہ خواہش کرتا ہے کہ ان اعلیٰ ترین اور منتخب نمونوں یعنی محمد وآل محمد علیہم السلام سے اس کا روحانی رشتہ قائم ہوجائے کیونکہ یہ روحانی رشتہ اعلیٰ کمالات کی طرف کشش کا سبب ہوگا۔ یہ طاقتور

کشش [اس راستے اور اس مقصد کی طرف جس راہ پر انہوں نے قدم بڑھایا اور جس سمت انہوں نے پیش قدمی کی] اسے بھی کھینچے اور اس کا ان پاکیزہ ترین افراد سے روحانی رشتہ اور قلبی لگاؤ اور زیادہ مستحکم، مضبوط اور گہرا ہو۔

لہٰذا محمد وآل محمد علیہم السلام پر درود بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھنے والا ان پاک و پاکیزہ ہستیوں کی طرف متوجہ ہو جو اسلام کے منتخب وجود اور اعلیٰ ترین نمونے ہیں اور ان عظیم شخصیات کو اپنے سامنے لا کر اور انہیں یاد کرنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان اس راستے کو پہچانتا رہے کہ جس راستے پر ان عظیم افراد نے قدم اٹھائے تا کہ وہ اس طرح عمل کے لئے جد وجہد پر آمادہ رہے۔

سلام

نماز میں تشہد کے ساتھ ساتھ تین اور درود یعنی سلام ہیں البتہ یہ سلام خدا اور اس کے نام کی یاد کے ساتھ ادا کئے جاتے ہیں (۳۱)۔ پس معلوم ہوتا ہے نماز خدا کے نام سے شروع ہوتی ہے اور خدا ہی کے نام پر اپنے انجام و اختتام تک پہنچتی ہے اور اس میں شروع سے آخر تک مسلسل خدا کا نام لیا جاتا اور اسے یاد کیا جاتا ہے۔ اگر کسی جملے یا ذکر میں پیغمبر یا ان کے خاندان کا تذکرہ ہے تو وہ بھی خدا کی یاد اور اس سے دعا کے ساتھ ہوتا ہے کہ خداوندا! ان پر اپنی لطف و رحمت نازل فرما۔

سلام میں پہلا جملہ نماز پڑھنے والے کی طرف سے درود ہے خدا کا پیغمبر پر اور خدا سے اس کے بندے کے لئے طلب رحمت ہے جو خدا کا عظیم اور برگزیدہ بندہ ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

درود (سلام) ہو آپ پر اے پیغمبر اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر ہوں۔

خدا کے رسول کا اعلان حق

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ اسلام کے بنیاد گزار یعنی اسلام کے مقصد عظیم کو دنیا میں رائج کرنے والے ہیں اور اس وقت نماز پڑھنے والا اس کام میں اپنے آپ کو داخل خیال کرتا ہے کہ

جس کام کے لئے انہوں نے قدم اٹھایا اور جس کام کی حضور نے بنیاد ڈالی یعنی توحید کے اعلان حق کو انہوں نے با آواز بلند لوگوں کے سامنے پیش کیا اور اس کے ذریعے پوری دنیا کو ہلا ڈالا اور انہوں نے انسان کی بہترین زندگی کے نظام اور اصول وقوانین کو ہمیشہ کے لئے زمانے میں نافذ کردیا۔

یہ پیغمبر ہی تھے کہ جنہوں نے انسان اور معاشرے کے حقیقی چہرے کو ہم سے متعارف کرایا کہ جسے دین کے مطابق ہونا چاہیئے۔ ایسا معاشرہ کہ جس میں اسلامی نظریات کے مطابق انسان تیار ہوں چنانچہ نماز پڑھنے والا انہی اعلان وشعار کو اپنی نماز میں کچھ درس اور راہنمائیوں کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ جنہیں وہ اپنی زندگی اور اپنے زمانے میں عملی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس بات کا بھی خواہش مند ہوتا ہے کہ وہ ایسا قدم اٹھائے جو ایک بے مثال واعلیٰ ترین معاشرے کے قیام اور انسان سازی کے لئے ہو۔

پس یہ بے موقع نہیں ہے کہ اس نماز کے آخر میں اپنے پیغمبر و پیشوا کو [جس نے خود اسے دین پر عمل کے لئے آمادہ کیا اور اس راہ پر اس کی راہنمائی کی] سلام سے یاد کرے اور اپنی زبان سے اپنے پیغمبر کی راہ اور ان کے ساتھ ہونے کا اعلان کرے کہ وہ اپنے رہبر کے راستے پر ہے۔

نماز پڑھنے والا دوسرے جملے میں خود اپنے اوپر، اپنے ساتھیوں اور خدا کے تمام نیک بندوں پر سلام و درود بھیجتا ہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ.

سلام ہو ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر۔

نماز پڑھنے والا یہ سلام بھیج کر نیک بندوں کو اپنے دل میں یاد کرتا ہے کیونکہ ان کی یاد اس کے دل کو گرمانے کا سبب بنتی ہے۔

دنیا کی ظاہری چمک اور اس کی حقیقت

یہ دنیا کہ جہاں ہر طرف گناہ کے جلوے ہیں، پستی، گھٹیا پن، چھوٹی چھوٹی مادی باتیں ہیں، ظلم وستم، نجاستیں، برائیاں، بدیاں اور ظلمت وتاریکیاں چاروں جانب سے دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں اور تمام لوگ انہی برائیوں میں غرق ہیں .... ایسے ماحول میں ایک ہوشیار اور صاحب دانش کی دور اندیش نگاہیں اسے خبر دار کردیں گی کہ ہر طرف انسانیت کا افلاس ہے، انسانیت ختم ہوچکی ہے اور تم دنیا میں جو چمک دمک دیکھ رہے ہو اور جو ظاہری خوشنما رنگ تمہیں نظر آرہا ہے اس کے پیچھے صرف انسانیت کی پستیاں، ذلتیں، نجاستیں، خرابیاں، برائیاں اور سیاہیاں اپنے تمام ساز وسامان کے ساتھ اپنے عروج پر ہیں۔

نمازی اس بات کو اچھی طرح مشاہدہ کرتا ہے کہ اس دنیا میں حق کو طلب کرنے والے اور انسانیت کی اصلاح و بہبود کے بلند و بانگ دعوے کرنے والے بکثرت موجود ہیں لیکن یہ دعوے کرنے والے اپنے ان دعوں کے ذریعے اپنی اور اپنی دنیا کی حقیقت کو چھپا نہیں سکتے کیونکہ حقیقت بڑی ذلت والی ہے کہ سب ہی نفس پرست اور دنیاوی شان وشوکت کے طلبگار ہیں۔ یہ سب وہ جگہ ہے کہ جسے امام علی، امام حسین اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے خالی کردیا اور اب صرف شور وغل کرنے والے اور عوام کو دھوکہ دینے والے معاویہ، یزید اور منصور دوانیقی جیسے موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ زمانہ ایسا ہے کہ جہاں شیطان کے اطاعت گزار لوگ ایسے مقامات پر ہیں جہاں خدا کے نیک بندوں کو ہونا چاہئے تھا۔ پھر بھلا ایسے برے زمانے میں ایسا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انسان کسی نیکی، بھلائی اور کسی حقیقت کی طرف توجہ کرے اور ایسا کیونکر ممکن ہے کہ انسان اس انتظار میں رہے کہ بھلائی کا ماحول پیدا ہوگا۔ ایسا زمانہ جس کے حالات ابھی بیان کئے گئے کہ ہم

صرف انتظار ہی کر سکتے ہیں کہ ہر طرف گناہ ہوں گے، نجاستیں ہوں گی، ناکامیاں ہوں گی اور ہر طرف لوگوں کا حق چھینا جا رہا ہوگا۔ ان تمام باتوں اور کاموں کے علاوہ ہم اور امید بھی کیا کر سکتے ہیں اگر ہم کوشش بھی کریں تم ہم آسانی کے ساتھ بھی (امید) نہیں کر سکتے۔

خدا کے نیک بندے......امید کی کرن

چنانچہ ایسے برے ماحول میں یہ کہنا کہ سلام ہو تم پر اے خدا کے نیک بندوں، خدا کے نیک بندوں کو (خدا کی اجازت سے) ہمراہی اور امداد کے لئے پکارنا افسردہ اور مردہ دلوں کو تسلی اور نوید مسرت دیتا ہے۔ گویا سلام ہو تم پر اے خدا کے نیک بندو! کہنا درحقیقت ہمارے قلوب کی تاریکی میں امید کی کرن ہے جو ہماری دل کی تاریکی کو یہ خوشخبری دیتی ہے کہ افسردہ مت ہو، تاریکی سے مت گھبراؤ! ابھی روشنی باقی ہے، ابھی سپیدی سحر ہے جو تاریکیوں اور ظلمتوں کے بادلوں کو چھاٹ دینی والی ہے۔

نماز میں یہ کہنا کہ سلام ہو تم پر اے خدا کے نیک بندو! نمازی کو متوجہ کرتا ہے کہ یہ دنیا نیک اور اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہے بلکہ اس دنیا میں تمہارے یار دوست اور تمہارے ساتھ محاذ پر جا کر کام اور جدوجہد کرنے والے موجود ہیں اور حقیقتاً اس جملے سے نمازی کے دل میں امید کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ یہ جملہ نمازی کی ہمت باندھتا ہے، اس کی کمر کستا اور اس کے دل کو قوی و توانا کرتا ہے کہ تم تنہا نہیں ہو بلکہ تمہارے ساتھ اور بھی نیک بندے ہیں، دنیا کے اس بیاباں صحرا اور خشک ویرانے میں ایسے ہرے بھرے درخت اور نخلستان موجود ہیں جو پھل بھی دینے والے ہیں اور دیر تک تمہارا ساتھ بھی دینے والے ہیں۔

خدا کی سنت......نیک لوگوں کا وجود

چنانچہ تاریخ میں ہمیشہ ایسے معاشرے اور سوسائٹیاں، جو تباہ ہو چکی تھیں ان سے ایسے افراد پیدا ہوئے جن کا ارادہ قوی اور مستحکم تھا اور وہ اعلیٰ شخصیات کے مالک تھے۔ یہ افراد زمانے کو اچھا بنانے کا ذریعہ بنے، انہوں نے ویران زندگی کو ہرا بھرا اور شاندار بنایا اور انقلاب سے (معاشرے کی) کایا پلٹ دی۔ لہٰذا نماز پڑھنے والا اس وقت یہ خیال کرتا ہے کہ تاریخ میں خدا کی ہمیشہ یہ سنت رہی ہے کہ اچھے لوگ پیدا ہوں لہٰذا ایسے ہی لوگ جو نورانی طاقتوں کے مالک اور نیکیوں کو فروغ دینے والے ہیں اس تاریک دنیا میں موجود ہیں، وہ کام کر رہے ہیں، اپنی جدو جہد جاری رکھے ہوئے ہیں اور صحیح راستے کی تلاش میں ہیں یعنی خدا کے نیک بندے خدا کی بندگی کے ساتھ ساتھ اس کے فرمان پر بھی عمل کرنے والے اور دنیا کی طاغوتی اور سرکش طاقتوں سے حالت جہاد میں ہیں۔ لیکن ہمیں سوچنا چاہئے کہ ایسے لائق اور نیک بندے کہاں ہیں اور کیا ہمیں ان کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہئے اور کیا ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہئے؟ کیوں نہیں...... ضرور!

لہٰذا نماز پڑھنے والا اللہ کے نیک بندوں پر سلام بھیج کر خود کو انہی میں سے قرار دیتا ہے اور ان کے ساتھ خود کو قابل سلام سمجھتا ہے اور ایک جملے میں خود اپنے اوپر ان نیک بندوں پر سلام بھیجتا ہے تو اس میں غرور و سرور بلندی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس کے دل میں یہ اطمینان پیدا ہوتا ہے کہ اس کاروبار حیات میں جہاں ہر طرف گندگی، نجاست اور تاریکیاں ہیں...... میں تنہا نہیں ہوں بلکہ میرے ساتھ اللہ کے نیک بندے بھی ہیں اور اس سلام کے بعد دل سے اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ واقعتاً ان کا ساتھی بن جائے، خود کو انہی میں سے قرار دے۔ ان کے ساتھ مل کر اس دنیا کی گندگی اور نجاست کو دور کرنے کی کوشش کرے اور اس خیال کے ساتھ کہ وہ ان

نیک بندوں کے ساتھ مل کر اس دنیا کی اصلاح و درستگی کی جدو جہد میں شامل نہیں ہو سکے گا اس سوچ سے احساس شرم کرتا ہے اور اسی شرم کے احساس کی وجہ سے اس میں ایک ہمت پیدا ہوتی ہے اور ذمہ داری اور مسؤلیت کو نبھانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نیک کون ہے؟

یہ خدا کے نیک بندے کیسے ہیں اور ہم کس چیز کو "صالح" کہتے ہیں کہ "عِبَادَ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ" صالح اور نیک ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ صرف نماز پڑھنے والا ہوگا بلکہ نیک وہ ہے جو خدا کی طرف سے اپنے اوپر عائد کردہ ذمہ داریوں اور مسؤلیت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور ان ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھانے کے لئے ایسے اعمال انجام دے کہ اس کے لئے کہا جائے کہ وہ واقعتا خدا کا نیک بندہ ہے اور خدا کا نیک بندہ ہونا بھی اس کے نام کے لئے مناسب ہو۔ اسی طریقے سے جیسے ایک جماعت (کلاس) میں کچھ خاص طالب علم ہوتے ہیں جن کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ واقعتاً طالب علم ہیں۔

آخری اور تیسرے جملے میں نماز پڑھنے والا انہی نیک بندوں (یا اپنے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے ہمراہ فرشتوں) کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ.

سلام ہو تم پر اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

چنانچہ اس آخری سلام کے ذریعے سے وہ ایک اور مرتبہ صلاح (لائق ہونے) اور نیک ہونے کو یاد کرتا ہے اور اس سلام میں نیک بندوں یا نمازیوں جیسے دوسرے عزت والے لوگوں کو جو خدا کی بارگاہ میں قرب کی منزل پر ہیں یاد کرتا ہے اور اس یاد کے ساتھ ختم کرتا ہے۔

نمازاوراس کا قیام

رہبرانقلاب اسلامی نے فرمایا ہے:

نماز میں بہتری لانا، اسکی ترویج اوراسے عام کرنا مومنین کے بنیادی فرائض میں ہیں۔

نمازکو بہتر بنانا، اسکی ترویج اوراسے عام کرنا بنیادی فریضہ ہے۔

اہل فکرو بیان، قلم و بیان سے اور حکام اپنے اپنے اداروں کے فرائض کے مطابق اس عظیم فریضے کی ادائیگی میں کردارادا کرسکتے ہیں۔

نمازکو بہتر بنانے کا معنی یہ ہے کہ نمازخضوع وخشوع سے ادا کی جائے اورنمازی نمازکو خدا سے ملاقات کا موقع سمجھے اوراس میں اپنے خدا سے بات کرے اورخودکواس کے حضورمیں دیکھے۔

رہبرانقلاب اسلامی نے زندگی کے مختلف شعبوں میں نماز کے تعلق سے جو کمزرویاں پائی جاتی ہیں ان کے ازالے پرتاکیدکرتے ہوئے کہا:

بلندہمت لوگوں کوان کمزوریوں کوختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

تسبیح زہرا سلام اللہ علیہا

امام عالی مقام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

تَسْبِيحُ فَاطِمَةَ ع فِي كُلِّ يَوْمٍ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ صَلَاةِ أَلْفِ رَكْعَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ.

تسبیح حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا ہر روز ہر نماز کے بعد پڑھنا میرے نزدیک ہزار رکعت نماز سے زیادہ محبوب ہے۔[1]

روایت میں آیا ہے کہ: امام صادق علیہ السلام کا ایک صحابی آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! مجھے اپنے کانوں سے بہت ہی کم سنائی دیتا ہے (پس مجھے اس کے علاج کے لئے کیا کرنا چاہئے)؟

امامؑ نے فرمایا:

عَلَيْكَ بِتَسْبِيحِ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام

تم تسبیح حضرت فاطمہ زہرا پڑھا کرو (ان شاء اللہ تمھیں صحیح آواز آنے لگے گی)

وہ صحابی کہتا ہے کہ میں نے یہ تسبیح پڑھی، ابھی پڑھے ہوئے کچھ دیر نہ گذری تھی کہ مجھے کانوں سے صاف سنائی دینے لگا۔[2]

---

[1] الکافی (ط-الاسلامیۃ) / ج 3 / 343 / باب التعقیب بعد الصلاۃ والدعاء..... ص:341

[2] الدعوات۔ ص۱۹۷